مثنوی تحفۃ العشاق

حمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بیحد ہے سزاوار احد ہیں احد میں محو سب محدود حد
حمد اسکو ہے کہ بے شان و نشاں وحدت اپنی کی ہے کثرت میں عیاں
حمد ہے اسکو کہ در باغ وجود ہر روش ہر رنگ کی اپنی نمود
حمد ہے اسکو جو ہے موجود یار اوّل و آخر نہاں و آشکار
۲ حمد عالم میں کرے ہے جس کی تو سب اسی کو پہنچتی ہے مو بمو
دو جہاں ہے آئینہ رخسار جاں ذرہ ذرہ سے ہے حسن اسکا عیاں
گر کرے اوصاف و تعریف صفات ہیں حقیقت میں وہ سب اوصاف ذات
موج و کف کو بحر سے دوری ہے کب اصل کو سایہ سے مہجوری ہے کب
حمد خلقت کی ہے خالق کی ثنا کیونکہ ہے مخلوق کی اس سے بنا
حمد اس کی کیا کسی کی تاب ہے مادح و ممدوح وہ خود آپ ہے
ہے یہی توحید و تمجید و ثنا اپنی ہستی کو کرے اس میں فنا
ہے یہی تنزیہ و توصیف غفور وصف اوصاف خودی کر اپنی دور
ہے یہی تسبیح و تحلیل تمام محو کر تو دوسرے کا دل سے نام
جتنی موجودات و مخلوقات ہے سب اسی کی حمد میں ذرات ہے
آسماں شمس و قمر انجم تمام عشق میں اس کے ہیں سرگرداں مدام
بیخود و بیہوش وے آہ و فغاں کرتی ہے رو رو کے بس دریا رواں
فرش سے تا عرش موجودات سب مست و لایعقل ہیں اندر عشق رب

حمد ہے اسکو جو خود موجود ہے اور سوا اس کے جو ہے نابود ہے
حمد ہے اسکو کہ باچندیں دروں سب میں ہے اور سب سے بیچون و چگوں
حمد ہے اسکو کہ با صد زیب و فر ہر زماں ہر شاں میں ہے جلوہ گر
ہے وہ بے علت سزاوار ثنا علت و معلول ہیں اسمیں فنا
کیونکہ عالم میں نہیں ہے غیر یار حامد و محمود ہے آپ آشکار
نقش کی گر حمد تونے فاش کی درحقیقت حمد ہے نقاش کی
ہے صفات ذات اک کب فرق ہے نور خود خورشید میں بس غرق ہے
یعنی موج اور بحر سا یا دراصل ایک ہمیں رکھتے نہیں آپس میں فصل
حمد کیا اسکی کرے کوئی بشر عقل اور ادراک کے جلتے ہیں پر
ہے حقیقت میں یہی بس حمد یار یاد تو اسکی کرے لیل و نہار
ہے یہی تعظیم و حمد کردگار رو برو اسکے ہو تو بس خوار و زار
ہے یہی تشریف و تکریم خدا حکم پر اسکے کرے جان کو فدا
قول پیغمبر ہے لا احصی ثنا کر سکے پھر اور کون اس کی ثنا
دیکھنا ہے جسکو تو بے گوش و لب ظاہر و باطن کریں ہیں حمد رب
عشق کی اسکے زمین پیکر شراب ہے بڑی بدمست و مدہوش و خراب
ہے زمین و آسماں میں جو کہ شے عشق میں اسکے ہر اک مدہوش ہے
دیکھ لے ذرات عالم کو تمام ہیں شراب عشق سے بیخود مدام

اصل ہے سودائے عشق ہے اسکی تمام / سب درختاں جہاں رقصاں مدام
کیا ملک کیا انس و جن کیا وحش و طیر / عشق نیکی ہے ہر اک کی جسمیں سیر
مست انسان ہے شراب خاص سے / عشق میں دیتا ہے جاں اخلاص سے
مست جام عشق سے ہیں عاشقاں / فانی و باقی ہیں اس سے عارفاں
مومناں مخمور از جام طہور / کافراں ہیں مست پیکر آب شور
صومع و مسجد کنشت و دیر میں / شہر جنگل جا بجا شر و خیر میں
گو بظاہر ہے ہر اک کا یار اور / پر ہے باطن میں وہی کیجے جو غور
ہے جمال حق سے ہر دل آشنا / ہر لقب میں کرتا ہے اسکی ثنا
سارے عالم کا وہی معبود ہے / سب کو ہر شے سے وہی مقصود ہے
رابطہ اسکو ہے سب کی جان سے / بانوا ہر اک ہے اس کے خوان سے
ایک جرعہ سے ہوا بیہوش ایک / کر گیا دریائے کو نوش ایک
غرق ہیں دریا میں سب جویائے آب / مست ہیں مستی میں اور مانگیں شراب
ہیں عجب بیخود تماشا ہے عجیب / در بدر پھرتے ہیں اور گھر میں حبیب ۳
مظہر ہادی شہ آگاہ ہے / مظہر اسم مضل گمراہ ہے
ہیں اسی خورشید کے سائے تمام / بر حجر بر شجر برد بر در دیوار و بام
چھوڑ سایہ خور کی ہو جانب رواں / تاکہ ہو سر یقیں تجھ پر عیاں
جب تلک رکھے نہ دریا میں قدم / مار اس مسئلہ میں تو ہرگز نہ دم
دیکھیو تو فرق مراتب پر نظر / تا نہ ہو ایمان میں تیرے ضرر
ہوش کر تک ہوش سے بیہوش ہو / اپنی ہستی سے ذرا خاموش ہو

کوہ دشت و بحر و بر بالا و پست / سب شراب شوق سے اسکے ہیں مست
جملہ عالم کیا عقیل و کیا وحوش / ہیں شراب عشق سے سب دُرد نوش
انبیا مسرور جام وصل سے / اولیا مخمور بادہ اصل سے
اہل باطن جام وحدت سے ہیں مست / اہل ظاہر دُرد کثرت سے ہیں مست
زاہد اسکے جام سے گم کردہ ہوش / رند اور اوباش اسکے درد نوش
مومن و ترسا و رند خرد خوار / عاشق اسکے ہیں نہاں و آشکار
اس کا جویا ہے ہر اپنے طور پر / ایک سے ہے دوسرا بس بیخبر
ہے ہر اک کا ذکر اور تسبیحات اور / ڈھونڈتا ہے اسکو ہر اک اپنے طور
ہے ہر اک کو مستی دل شوق اور / رکھتی ہے ہوں جان اسکا ذوق اور
ایک ہے اک گھونٹ سے گم کردہ ہوش / کر گیا ہے دوسرا دریا کو نوش
الغرض ہر اک باندازِ خمار / بیخود و سرمست ہے جویائے یار
غرق ہیں پانی میں اور پیاسے ہیں آہ / بیخود و سرمست ہیں اور بادہ خواہ
ہر کوئی ہر اسم سے ہے فیضیاب / کوئی آسودہ ہے اور کوئی خراب
کر چہ اک دریا کی ہیں گو موجیں ضرور / ایک رنگا رنگ ہے ان کا ظہور
عارضی ہیں چند مدت کو بیاں / ہونگے آخر اصل میں اپنے نہاں
کر نظر دریا میں موجوں کو گذار / تاکہ ہو معلوم تجھ کو سرّ یار
یعنی مت بیحال اس میں قال کر / حال ہو گر تو کشادہ بال کر
بس نہ کر امداد تو زیادہ کلام / تا خرابی میں نہ پڑجا فہم عام
ہٹ لے ادھر سے اور اٹھا کر ہاتھ تو / کر طلب اس سے اب اسکی ذات تو
عرض کر اس سے کہ اے جان جہان / بے ترے ہرگز نہیں ہے جانمیں جاں

مناجات بجناب الٰہی تعالیٰ شانہ

اے مرے معبود اے میرے الہ / ہے تو ہی مقصود دل بے اشتباہ
اے مرے مطلوب دل مطلوب جاں / اپنے ملنے کا بتا کوئی نشاں
ہجر سے زیادہ مصیبت کچھ نہیں / اس سے بہتر ہے کہ مرجاؤں کہیں
کیونکہ جو جان واصل جاناں نہیں / جان ہے جاں ایک جانیں جان نہیں
یا الٰہی مجھ کو مجھ سے دور کر / تاکہ دیکھوں تجھ سے تجھ کو اک نظر
اے مرے محبوب اے میرے حبیب / ہوں غم دوری سے مرنے کے قریب
جو نہ دے تو جان کو راہ وصال / جان لے تجھ بن ہے جان مجھپر وبال
کب تلک یارب رہوں تجھ سے جدا / جلوہ گر ہو مجھ کو کر مجھ سے جدا
دو جہاں سے کچھ نہیں مجھ کو طلب / تجھ سے کرتا ہوں و لے تجھ کو طلب

دونوں عالم سے نہ مجھ کو کار ہے / پر توہی تجھسے مجھے درکار ہے
یا الٰہی تو ہے رحمان و رحیم / صاحب جود و کرم فضل عمیم

مناجات دیگر

یا الٰہی تو ہے خلاق جہاں / مالک دارین شاہ انس و جاں
گرچہ دو عالم سے ہے تو بے نیاز / لیک بیچاروں کا تو ہے چارہ ساز
مونس غمخوارگاں ہے تیری ذات / چارۂ بیچارگاں ہے تیری ذات
ہے مریض لا دوا کی تو دوا / ہے ہر اک حاجت کا تو حاجت روا
ہے مرے ہر درد کی توہی دوا / ہے توہی مرہم مرے ہر زخم کا
مرا مونس بیکسی میں ہے توہی / میرا حامی بے بسی میں ہے توہی
توہی خالق توہی رازق توہی رب / دوسرا تجھ بن ہے میرا کوئی کب
لیک صد حسرت بایں لطف و عطا / میں کروں ہر دم تری جرم و خطا
ہے یقیں گر عمر بھر عصیاں ہو اب / پیش خورشید کرم ہوں محو سب
ہو طلوع تیرا اگر ماہ نجات / ظلمت عصیاں ہو نور صالحات
لطف و احساں کیا کروں تیرا رقم / کرتا ہے جو جو کہ تو مجھ پر کرم
گھر میں مومن کے مجھے پیدا کیا / عقل و علم و نور دیں مجھ کو دیا
یعنی دار الکفر سے مجھ کو نکال / لایا بیت اللہ میں بے قیل و قال
تھا گناہوں کی نجاست میں بھرا / ظاہر و باطن میں سر سے تا بپا
اپنی رحمت کے پیادے بھیج کر / کھینچ بلوایا مجھے یاں سر بسر
لایا گر گلشن میں خارستان سے / دور مت کیجو اب اس بستان سے
ہوں پڑا گرچہ برا ہوں یا بھلا / چھوڑ اس در کو کہاں جاؤں بھلا
گر نکالا تونے اے شاہ جہاں / پھر بتا میرا ٹھکانا ہے کہاں
یوں ہوس ہے اب تو اے پروردگار / یہ ترا کوچہ ہو اور میرا غبار
ہے مجھے شاہی گدائی میں تری / ہے نوا سب بینوائی میں تری
عزت و ذلت تمامی شکر و صحو / ہے رضا و نارضا میں تیری محو
الغرض پھر پھر کے آخر در بدر / اب تو آ رکھا ہے تیرے در پہ سر
یوہی آنکھوں کو بھی میری سر بسر / جلوۂ دیدار سے روشن تو کر

تو ہے سلطان دو عالم سب فقیر / تو ہے زور آور قوی اور سب حقیر
دستگیر بیکساں ہے تیری ذات / مستغیث عاجزاں ہے تیری ذات
ہے پناہ بے پناہاں تیری ذات / ہے غفور پر گناہاں تیری ذات
آسرا بے آسروں کا ہے توہی / بے سہاروں کا سہارا ہے توہی
ہے انیس وحشت فرقت توہی / ہے رفیق شدت غربت توہی
رنج و غم میں ہے مرا غمخوار تو / تنگی و سختی میں حامی کار تو
الغرض ہر کام کا میرے کفیل / ظاہر و باطن توہی ہے بے دلیل
پر کروں کیا آہ تیرے حلم و خیر / کرتے ہیں مجھ کو گناہوں پر دلیر
گر تری بخشش کا نکلے آفتاب / ہو شب جرم و خطا روز ثواب
گر ترا دریائے رحمت جوش کھا / مثل خس دے سب گناہوں کو بہا
قطرۂ ناپاک سے مجھ کو بفضل / کر دیا پاک و لطیف و خوب شکل
پھر کرم پر یہ کرم مجھ پر کیا / اپنے گھر سے بھی مشرف کر دیا
گرچہ میں لائق نہ تھا دربار کی / پر تری رحمت نے کی غمخوارگی
کی نہ میرے جرم و عصیاں پر نظر / کر کے اپنے لطف احساں پر نظر
کر دیا اپنے مشرف دار سے / رکھیو مت محروم اب دیدار سے
گرچہ میں نالایق دربار ہوں / پر اسی گلشن سے ہوں گو خار ہوں
منہ مرا اس در کے گر قابل نہیں / پر کروں کیا دوسرا بھی در نہیں
اس سے زیادہ اب تمنا کچھ نہیں / آستاں تیرا ہو اور میری جبیں
کچھ نہ دو عالم سے خواہش ہے مجھے / جو تری خواہش ہے خواہش ہے مجھے
خواری و رسوائی و ذلت مری / تیرے کوچہ کا ہے بس عزت مری
تو ہے گر راضی تو ہے عزت مری / تیری ناراضی ہے بس ذلت مری
مو بمو سر کو مرے اے سرفراز / گر کیا سجدے سے اپنے سرفراز
کر مرے کانوں کو اسراروں کا گھر / سر بسر سر میں ہوائے شوق بھر

چشم کو کر چشمۂ آب زلال
سبز تا ہو گلشن ذوق وصال

پاک ہونے سے مرا کر دے دماغ
بوئے دلبر سے معطر کر دماغ

محو کر بینی کو اندر بوئے یار
جس سے پہنچوں تا بباغ روئے یار

گرمئ وحدت سے لب کر لب بلب
محو ہوں جس سے خیالِ غیر سب

دو جہاں سے کر کے مجھ کو بے نیاز
دولت دیدار سے اپنے نواز

غفلت و مستی و ظلمت کر کے دور
کر عطا چستی و چالاکی و نور

دور کر کبر و ریا عجب غرور
بخش عجز و مسکنت اخلاص نور

بخش گنج فقر و درویشی مجھے
سکر و مستی محو بے ہوشی مجھے

دے شراب نسبتی کا مجھ کو جام
لوح دل سے محو کر ہستی کا نام

دھو مرے دل سے دوئی کا حرف نام
تا تمیز ما و تو اٹھ جا تمام

اے دعا گو ختم کر کے یہ دعا
سو رجوع اب جانب خیر الوریٰ

کر وسیلہ اسکو اے امداد تو
وصل سے حق کے ہو تا دلشاد تو

گر تو طالب ہے وصول اللہ کا
چل پکڑ دامن رسول اللہ کا

جو کہ اے امداد اللہ کا وصال
بے وسیلہ اسکے چاہے ہے محال

ختم کر کے یہ مناجات نکو
کر وسیلہ ذات پیغمبرؐ کو تو

حامد و محمود ممدوح خدا
احمدؐ مرسل محمد مصطفےٰؐ

نعت شریف پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

زینت تاج رسالت ہے وہ ذات
رونق تخت نبوت ہے وہ ذات

ہے وہ آئینہ جمال ذو الجلال
محرم خلوت سرائے لایزال

بے وسیلوں کا وسیلہ ہے وہی
بلکہ ساروں کا وسیلہ ہے وہی

مہرباں مثل پدر سب پر میاں
روز محشر شافع خورد و کلاں

عزت شاہی و فخر سروری
شان بخشش مسند پیغمبری

بہتری کے ملک کا بہتر ہے تو
بہتری کے بحر کا گوہر ہے تو

ہے امین فخر افلاک وہ
تاجدار کشور لولاک وہ

روشنیٔ عرش نور لامکاں
شمع بزم عالم کون و مکاں ۵

رونق گلزار محبوبی ہے وہ
عشق کے بازار کی خوبی ہے وہ

شہ سوار عرصۂ چرخ و سما
باز خوش پرواز معراج و علا

راحت و روح روان کائنات
زندگانی پرورِ جان حیات

باعث ایجاد عالم ہے تو ہی
موجب بنیاد آدم ہے تو ہی

گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو
یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا میں نہ تو

ہے وہ سرمایہ وجود کائنات
دونوں عالم سے ہے مقصود اسکی ذات

ہے وہ بیشک بالیقیں نخل وجود
اوّل و آخر وہی اصل وجود

ہے یہ سب اسکے لئے اے نیک بخت
واسطے پھل کے ہی ہوتے ہیں درخت

گر ہوا آخر ہیں وہ شاہ جلیل
پر ہے ظاہر اس کے سبقت کی دلیل

گر ہے پیچھے انبیاء کے ظاہراً
پر حقیقت میں ہے سبکا پیشوا

گرچہ آخر ہے ثمر اوّل شجر
کب شجر ہوتا نہ ہوتا گر ثمر

جب ثمر سے یہ شجر ظاہر ہوا
پس ثمر ہی اوّل و آخر ہوا

کیا کمال میوہ میں نقصان ہے
جو وہ اوّل سابق بستان ہے

میوہ کو سبقت ہوئی جب باغ پر
ہے وہ اوّل وہی آخر سر بسر

بس سمجھ لے اس سے تو اے رہنموں
رمز نحن الآخرون السابقوں

ہے وہی شاہ جہاں سب اسکے خیل
ہے وہی مقصود کل باقی طفیل

پڑھ تو امداد اسپہ صلوٰۃ و سلام
آل اور اصحاب پر اسکے تمام

در مدح چار یار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

چار یار اس کے ہیں چاروں خاص حق
ساری امت پر وہ رکھتے ہیں سبق

ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ
دوست پیغمبرؐ کے اور حق کے ولی

چاروں پیغمبر کے ہیں برحق وزیر
ملک اسلام انسے ہے رونق پذیر

زیب ایوان شریعت ہیں یہ چار
رونق باغ طریقت ہیں یہ چار

ہیں یہ ملک معرفت کے شہریار
ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار

قلعہ دیں کی ہیں یہ دیوار چار / ملت حق کی ہیں یہ انہار چار
ہیں طریق حق کے چاروں رہنموں / ہیں یہ ایوان خلافت کے ستون
ہے یہ ملک اسلام کی سرحد چہار / جو ہو باہر انسے ہے مردود خوار
بحر وحدت میں ہیں چاروں غوطہ زن / ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن
جو کہ دو سمجھے انہیں احول ہے وہ / دو جہاں میں بے شبہ بیکل ہے وہ
جو کوئی انسے ہوا بد اعتقاد / ہے وہ دو عالم میں بیشک نامراد

در مدح اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین

جو ہیں اہل بیت اور آل رسول / گلشن دیں کے ہیں سب مقبول پھول
ہے ہر اک ان سبکا بیشک و یقین / مغز ملت جان ایماں روح دیں
جسقدر ہو انسے الفت میں کمی / اس قدر ہے دین ملت میں کمی
ایک کا بھی انسے جو بدخواہ ہو / راہ حق سے بے شبہ گمراہ ہو
جتنے ہیں اصحاب پیغمبر تمام / ہے ہر اک انجم ہدایت والسلام
اک صحابی سے بھی گر ہو سوء ظن / ہے وہ بیشک لائق گردن زدن

در بیان باعث نظم و تصنیف این مثنوی مسمیٰ بہ تحفۃ العشاق و مدح عشق و قدح عقل جزوے

بھیج تو ان سب پہ صلوٰت و سلام / ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم صبح و شام
ہو گیا اے دوستو یوں اتفاق / باعث تحریر نظم پر مذاق
رہتا تھا مسجد میں اپنے متصل / مجمع علماء و صلحا اہل دل
ایکدن پڑھتا تھا میں نفحات انس / لے رہے تھے حق سے سب نفحات انس
جوش پر تھا بحر علم عارفاں / ہو رہے تھے گوہر معنی عیاں
۴ حاضرین کے دلمیں وہاں اے شان حق / کھل رہا تھا گلشن عرفان حق
اولیا کا حال سن مسرور تھے / ماسوائے محو غرق نور تھے
رفتہ رفتہ حضرت تحفہ کا ذکر / آگیا اس عاشق خستہ کا ذکر
سن کے ان کی شان شوکت جاہ عشق / ہمت مردانہ اندر راہ عشق
بول اٹھا ہر اک بصد ذوق سرور / ہے یہ قصہ نظم کے لائق ضرور
خاص کر قطب زماں شاہ وفا / آفتاب معرفت بحر صفا
کامل اکمل ولی بے بدل / عاشق ذات خدائے لم یزل
صاحب ارشاد و تلقین سبق / عاشق صادق شہید راہ حق
برگزیدہ دو جہاں مقبول رب / مشرب چشتی و فاروقی نسب
یعنی شیخ حافظ محمد ضامن آپ / مجھ کو فرمانے لگے کر کے خطاب
نظم کر اس قصہ پر درد کو / گرم کر اک بار ہر دل سرد کو
مثنویاں ہیں مجازی عشق میں / پر بہت کم ہیں حقیقی عشق میں
قصہ تحفہ اگر منظوم ہو / رتبۂ عشاق حق معلوم ہو
ریختہ میں نظم کر اسکو تمام / تاکہ سمجھیں اسکو سارے خاص عام
جان لے تا ہر کوئی بے قیل و قال / عاشقان حق کا یہ ہوتا ہے حال
دعوی جو کرتے ہیں جھوٹا عشق کا / ہوش میں ہوں سنکے رتبہ عشق کا
تا بسن گفتار عشق حق سے گرم / ہو کے بس دل سنگ ہو جوں موم نرم
عاشقان صادق بھی سنکر جاہ عشق / چاق اور چوبند ہوں اندر راہ عشق
جان لیں تا عشق کی سب رسم و راہ / چاہنے کو اپنے کرتا ہے تباہ
عاشقاں بستے ہیں سر تھیلی پہ دھر / ہے یہ راہ عشق نے نانی کا گھر
عشق ہے جاں اک بلائے جانگداز / ہے ازل سے دوست کش دشمن نواز
عشق کا سب سے الگ ہے رنگ و ڈھنگ / ہے ازل سے عقل میں اور اسمیں جنگ
عقل چاہے ہے کہ ہو عیش و فراغ / عشق ہے چار نج غم سینہ پہ داغ
عقل چاہے عزت جاہ جلال / عشق ذلت خواری درد و ملال
عقل چاہے ہے عیش و ملک و سلطنت / عشق عجز و فقر و فاقہ تمکنت
عقل چاہے ہے عیش و عشرت خرمی / عشق درد و کلفت و رنج و غمی

عقل چاہے ہے کہ ہو شیر و شکر
عشق کہتا ہے کہ کھا خونِ جگر

عقل چاہے ہے قبا و پیرہن
عشق کرواتا ہے سامان کفن

عقل کہتی ہے کہ چل بازار میں
عشق لیجا جنگل و کہسار میں

عقل لیجا گلشن و گلزار میں
ڈالتا ہے عشق جلتی نار میں

عقل میں اور عشق میں رہتی ہے لاگ
عشق جب آیا تو جائے عقل بھاگ

عشق کیا ہے درد و غم کی کان ہے
غیر دلبر کا عدوئے جان ہے

نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق
دار کو دلدار کر دیتا ہے عشق

درد میں اس کے دوا ہے سر بسر
مرض میں اسکے شفا ہے سر بسر

رنج میں اس کے ہے گنج بیکراں
مرگ ہے اس کی حیات جاوداں

اس کی ویرانی کو آبادی سمجھ
خار کو گل غم کو تو شادی سمجھ

عشق کی ذلت کو تو عزت سمجھ
خواری و زاری کو حرمت سمجھ

قہر صورت رحمت پنہاں ہے عشق
اور طبیب درد بیدرماں ہے عشق

عقل کہتی ہے کہ چل گلزار میں
عشق لیجاتا ہے کوئے یار میں

عقل کہتی ہے کہ کر عیش و طرب
عشق کہتا ہے کہ سہ رنج و تعب

عقل چاہے دولت مسروریاں
عشق چاہے سو بلا و خواریاں

عقل چاہے ہے حیا و نام و ننگ
عشق کو انسے ہمیشہ سے ہے جنگ

ہو و بحضرت عشق کا جسدم ظہور
عقل سر سے جائے اور دل سے سرور

کیا کہوں میں عشق کی نیرنگیاں
رنج میں راحت کو کرتا ہے عیاں

خاک میں جسکو ملا دیتا ہے عشق
تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے عشق

مارنا اس کا جلا دیتا ہے جاں
توڑنا اس کا ملا دیتا ہے جاں

عشق کے برعکس ہیں سب کاروبار
نار کو اسکے سمجھ تو سو بہار

کلفت و تکلیف کو راحت تو جان
فقر اور فاقہ کو سو دولت تو مان

عشق کی تعریف ہو کس سے بیاں
ہے ستم میں اسکے سو شفقت جہاں

اول آخر ظاہر و پنہاں ہے عشق
دونوں عالم جسم ہیں اور جاں ہے عشق

رجوع بقصہ

ہے بیان عشق تو بس بے بدل
اب کروں ارشاد حافظ پر عمل 7

انکے فرمانے کو میں نے بے عذر
رکھ لیا سر پر سعادت جان کر

گرچہ مجکو شعر گوئی میں نہ تھا
دخل کچھ پر حکم کو لایا بجا

لیکن ان کے گوہر ارشاد کو
حفظ دل میں لیا رکھ شاد ہو

پرنہ دیتا تھا مجھے فرصت زماں
تا لکھوں اس نظم کو باشوق جاں

ہو گئے پس حضرت حافظ شہید
شام غم ہم کو ہوا اور روز عید

خوش نہ آئی اس جہاں کی رنگ و بو
چلدئے بس جنت الفردوس کو

وہ تو واں جام شہادت پی رہے
زہر غم کھانیکو یاں ہم جی رہے

ناز نعمت میں ہیں وہ مشغول واں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں ہم یہاں

آپ تو جاکر کیا جنت میں گھر
کر دیا سرگشتہ ہم کو در بدر

آپ تو بے رنج و غم مثل عروس
جا کیا تخت شہادت پر جلوس

عیش و عشرت میں ہوئے مشغول یوں
ایک لخت ہم کو گئے بس بھول یوں

دعوۂ حب و قرابت کر گیا
خواجہ ناشاد کا بھی کیا حق نہ تھا

توڑنا موتی کا ہے آسان تر
نے کہ حکم بادشاہ بحر و بر

وقت فرصت دیکھتا تھا یہ کہ جو
حکم پر اس شاہ کے تعمیل ہو

لایا اتنے میں زمانہ اور رنگ
ہو گیا کچھ اور ہی عالم کا ڈھنگ

فرقت جاناں سے بس ہو کے تنگ
جان جانا پہ فدا کی بیدرنگ

ہم بچاروں کو تڑپتا چھوڑ کر
سوئے حق راہی ہوئے منہ موڑ کر

وصل سے حق کے ہوئے وہ بہرہ ور
پیتے ہیں حسرت سے ہم خون جگر

جام کوثر سے ہوئے وہ لب بلب
چاہتے ہیں پیاس سے ہم اپنے لب

آپ تو راحت کے ساماں لے گئے
مایۂ رنج و الم یاں دے گئے

لے لیا عیش و طرب اور ناز و نغم
رکھدیا سر پر ہمارے کوہ غم

عیش میں ہم کو دیا بالکل بھلا
حق الفت اور قرابت سب گیا

بیخبر ہم سے اگر رہنا تھا یوں
ساتھ اپنے لیگئے ہم کو نہ کیوں

گرچہ ہم لائق نہ تھے درگاہ کے کفش برداری میں رہتے شاہ کے
شاہ کو زیبا ہے کب تنہا روی گو بہت خادم نہوں تھوڑے سہی

دربیان محرومی وندامت برحال خود حسرت مفارقت بزرگان ویاران طریقت واظہار غم جدائی ایشان

آہ واویلا دریغا حسرتا ساتھ والے چلدئے میں رہگیا
ساتھ کا اپنے ہراک واصل ہوا مدعا دل کا اسے حاصل ہوا
پہنچا ہراک منزل مقصود پر رہگیا میں ہی پڑا بس دور تر
صاف تھے جو چلدئے صاف اور پاک مثل تلچھٹ رہگیا میں زیر خاک
جو کہ نوری تھے گئے افلاک پر رہگیا سایہ کے جو میں خاک پر
بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا بوم ویرانہ میں ٹھکراتا رہا
گھر کیا قمری نے شاخ سرو پر جھاڑ میں لٹکی ہے چمگادڑ ادھر
گھر کیا طوطی نے شکرستان میں زاغ نوحہ گر ہے خارستان میں
ماہئ حق نے تولی دریا کی راہ موش سوراخ زمیں میں ہے تباہ
شیر حق کا آہوئے عرفاں شکار سگ ہے بہر استخواں کوچہ میں خوار
جا ملا دریا سے آب سیل بار رہگئے خشکی کے اندر سنگ وخار
نرگس وریحاں کو جا آہو چرے اور شتریاں خار بن چرتے رہے
دست شہ پر جا ملا شہباز پر کھول پر کرگس پڑا مردار پر
مرغ آبی نے کیا دریا میں گھر مرغ خاکی لوٹتا ہے خاک پر
پر تھے جن کے سوئے بستاں اڑگئے مرغ بے پر لقمۂ گربہ ہوئے
مرد باہمت ہوئے شہ پر نثار ہم سے دوں ہیں نفس کے ہاتھوں میں خوار
حیف ہے صد حیف یاران طریق جا ہوئے دریائے مطلب میں غریق
٨ گوہر مطلوب ہراک نے لیا غوطہ خور میں بحر حرماں میں رہا
آہ صد افسوس حسرت آہ آہ جا کہوں کس سے مصیبت آہ آہ ٨
غم کا اپنے کون ہے غمخوار آہ حال دل جس سے کروں اظہار آہ
جو کہ تھے غمخوار اپنے چل گئے زیر پائے رنج ہم کو مل گئے
ہوگئے وہ محو نعمت اسقدر خواب میں بھی تو کم آتے ہیں نظر
دور ساغر وصل کے چلتے ہیں واں آتش فرقت میں جلتے ہیں یہاں
آہ واویلا کوئی ہمدم نہیں جو سنے میری مصیبت کے تئیں
نے مرا ہمدم نہ کوئی غمگسار غم مرا غمخوار ہے ہیں غم کا یار

مقدمہ شروع داستان حضرت بی بی تحفہ مغنیہ قدس سرہا

دلکی دلمیں رکھ کے چپ رہتا نہیں قصہ مرا تحفہ کو اب کہتا ہوں میں
بعد مدت کے اب آئی المراد حضرت حافظ کی وصیت مجھ کو یاد
حسب ارشاد ان کے میں لیکر قلم قصۂ تحفہ کروں یارو رقم
عشق کی باتیں سناتا ہوں تمہیں گمرہی سے راہ پر لاتا ہوں تمہیں
راہ اس رہ سے کوئی بہتر نہ ہو حق سے ملنے کا سمجھ اسے راہ جو
گر نہ عاشق ہے تو سن عاشق کا ذکر دور کرکے ماسوا کا اس سے فکر
عاشقوں کا ذکر کرتا ہے اثر گرچہ پتھر سے بھی ہو دل سخت تر
عشق کی باتوں میں ہے وہ نفع فن مردہ دل زندہ ہو اندر گور تن
ہے وہ سیراب عشق کی باتوں کا باغ خشک مغز انکا ہو تر جس سے دماغ
ہوش سے بیہوش ہوکر ہوش کر گوش سے بیگوش ہوکر گوش کر
سب طرف سے بند کرکے کھول کان جمع کرکے رکھ مری باتوں پہ دھیان
تا مزا دیویں مری باتیں تجھے عشق کی معلوم ہوں گھاتیں تجھے
تجھ کو بھی آجائے شاید بوئے عشق کھینچ لیجائے تجکو بوتا کوئے عشق
دے وہ پہنچا شہر الفت میں تجھے غرق کردے بحر وحدت میں تجھے
دیکھنے ہی سے نہیں ہوتا ہے عشق سننے سے بھی تخم خود بوتا ہے عشق

نہیں بہت عاشق کہ بے دیکھے جمال / سنکے پائی عشق سے بس گوشمال
بلکہ کامل عشق ہے عشق شنید / ناقص و بے اعتبار ہے عشق دید
کیونکہ ہو عشق خبر دل سے حصول / عشق بصورت کا ہے دیدہ سے نزول

دربیان تمیز عشق حقیقی و عشق مجازی و ذم عشق مجازی

دید تابع دل کے ہے نے دل تبع / سوجھ اس نکتہ کو کر کے دل جمع
یومنون بالغیب ہے مقبول حق / یومنون بالعین ہے معزول حق
حسن محبوبانہ عالم سر بسر / عکس حسن حق ہے بیشک جلوہ گر
اصل کو کر ترک سایہ دیکھ کر / عاشق ناقص نے دی جاں عکس پر
دید بھی تھا اسکو تہ دل ہوتا جو دل / چھوڑ سایہ اصل سے جاتا ہے مل
گر ہے دل پر گل سے کم کب دل ہے وہ / عکس پر جو اصل سے مائل ہے وہ
اس سے زیادہ چاہیئے تفصیل گر / آئینہ دل صاف کر اور کر نظر
سر کی آنکھیں دلکا پردہ ہے مقر / کھول دلکی آنکھ سر کی بند کر
کس نے دیکھا ہے خدا کو آشکار / سن کہ وصف اسکا کرے ہیں جاں نثار
انبیاء اس واسطے آئے یہاں / تا کریں اوصاف حق تم پر عیاں
تا گل اوصاف حق عاشق سنے / دل میں پھول اسکی تمنا کے چنے
یعنی ہے وہ ذات بیشک و یقین / خالق و رزاق و رب العالمیں
راحم و رحمان رحیم و برد بار / رائیگاں بخشندہ نعمت بیشمار
عالم الاسرار ستار العیوب / غالب و قہار غفار الذنوب
عاشق و معشوق محبوب جہاں / طالب و مطلوب مرغوب جہاں
اول اور آخر وہی اور جزو کل / ظاہر و باطن وہی معبود کل
ہے وہ اول بے بدایت اسکی ذات / ہے وہ آخر بے نہایت اسکی ذات
ہے وہ ظاہر باکمال استتار / ہے وہ باطن سخت و ظاہر آشکار
9 ہے ازل سے تا ابد وہ ایک سا / ہے ہر اک صورت میں وہ جلوہ نما
ہے وہ اک شان اور ہزاروں شان میں / جلوہ گر لاکھوں طرح ہر آن میں 9
ہے منور باکمال و باجمال / جلوہ گر ہر دم بہر رنگ و مثال
فرد مطلق لا الہ الا ہو / بیچگوں بیکیف روشن چار سو
لا ہو دونو نفی اثبات میں / نافی غیر اور مثبت ذات میں
کیوں ہے اس سے گمرہ غافل سدا / لا کو کر تو ورد دل سدا
تاکہ بخشد لا دہو قوت ترا / نے بردتا پردۂ عزت تیرا
حق سے باحرص و ہوا تو کب ملے / ترک جب لا کو کرے تب تو ملے
کیوں تباہ ہوتا ہے اندر آب و گل / ماسوا کو ترک کر اور حق سے مل
حضرت آدمؑ سے تا آخر نبیؐ / وصف حق کرنے چلے آئے سبھی
بعد پیغمبر کے آل اصحاب سب / اور امام اور اولیا اقطاب سب
وہ صفات و حال و خوبی جناب / جس میں تصنیف ہو گئیں صدہا کتاب
سب ہیں تیری عشق بازی کے مزے / وصل حق کی چارہ سازی کیلئے
تا کہ تو یہ دیکھ سنکر حال و قال / عشق کی راہ میں کرے حاصل کمال
ایک صد افسوس حسرت بے حساب / ہیں پڑے چاروں طرف تجھ پر حجاب
نے تو کر سکتا ہے آنکھوں سے نظر / اور نہ سن سکتا ہے کانوں سے خبر
پھنس گیا دلدل میں تو غفلت کے ہاتھ / مل نہیں سکتا کہ پادے حق کی راہ
مرکب توبہ عصانہ راہ لے / پھر نکل دلدل سے اپنی راہ لے
کر تو بیدار دل میں اپنے درد عشق / تا تپ غفلت کو کر دے سرد عشق
میل سے غفلت کے کر کانوں کو پاک / بعد ازاں سن یہ حکایت دردناک

شروع داستان و بیان حال حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ

گوش دل سے سن سری سقطی سے نقل / جسکے سننے سے تجھے آوے کچھ عقل
نقل اپنی کرتے ہیں حضرت سری / ایک شب کی جو کہ تھی غم سے بھری
کہتے ہیں اک شب ہوا بہ اضطراب / نے رہا ورد و ظائف اور نہ خواب

مضطرب ایسے رہے وہ رات بھر　سب عبادت کا ہوا ویران گھر
نے رہا وہ شوق نے راز و نیاز　لذتِ سجدہ نہ کیفیت نماز
نے رہا ورد و وظائف نے درود　نے تہجد کی تلاوت کی نمود
گو عبادت سے رہے سب بے نصیب　لیک کیفیت تھی اک دل میں عجیب
ہجر کی لذت کو عشاقانِ ربّ　وصل کی لذت سے کم جانے ہیں کب
اضطرابی اور بیتابی کا لطف　کیا کہوں اس شب کی بیخوابی کا لطف
ذوق بیخوابی کا تو چاہے اگر　کوئی بیخوابوں میں کر اک شب گزر
چاہے گر کیفیت سوز و گداز　خدمت عشاق میں رکھ تو نیاز
اضطرابی بیقراری کا مزا　جانتا ہے جس نے دل میں ہے رکھا
لوٹنے کی خاک پر آرام کو　عاشق بیتاب جانے ہیں نہ تو
درد سے نامرد کی نکلے ہے جاں　مرد کے حق میں حیات جاوداں
جو پڑے آتش میں ہو جلکے فنا　ہے سمندر کی وہی عیش و بقا
خون ہو فرعونیوں کو آب میل　قوم موسیٰ پر ہو آب سلسبیل
زخم گرز و تیغ و نشر آبدار　ہے شہیدوں کے لئے باغ و بہار
کیونکہ ہے درد بلا مطلوب یار　اس لئے عاشق کریں غم اختیار
خار میں گل گل میں گردیں　غم میں شادی اور شفا ہے درد میں
ہے گلہ میں صبر بے صبری میں تاب　گریہ میں خندہ ثواب اندر عذاب
نیستی میں ہستی پستی میں علو　زندگی مرنے میں گھٹنے میں نمو
بیخودی و نیستی غم کی بہار　دیکھتے ہیں عاشقان جاں نثار
بے گھری و بے زری و بے پری　بیخودی و بیخودی و بے بری
نیستی و پستی و مرگ و فنا　ذلت و رسوائی و رنج و عنا
پوچھ رونے کا مزا یعقوب سے　کلفت و زحمت کا حظ ایوب سے
سر کے رکھدینے کا نیچے تیغ کے　پوچھ اسماعیل سے کیا لطف ہے
جنگلوں میں ٹھوکریں کھانیکا لطف　اور پہاڑوں بیچ ٹکرانیکا لطف
زخم کھا کر خاک و خوں میں لوٹکر　جان دینا بے خطر باذوق تر

قبض ایسی ان کے دل پر آگئی　دہر عرفاں پر گھٹا سی چھا گئی
فوج بیتابی نے کرکے اژدہام　لوٹ لی پونجی عبادت کی تمام
تھی نہ بیہوشی نہ غفلت زینہار　لیک تھا بے صبر بیتاب و قرار
ظاہر اچھوٹا اگر ورد نماز　تھا مگر یوں میں عجب سوز و گداز
عاشقانِ حق وصال اور ہجر میں　ایک سا لذت مزا دونوں میں لیں
لطف بیخوابی کا بیخوابوں سے پوچھ　حظ بیتابی کا بیتابوں سے پوچھ
لطف بیخوابی کا ہے مطلوب گر　عاشق بیتاب کے رکھ پاس سر
کرتا ہے روشن دو چشم طالباں　سرمۂ گرد قدوم عاشقاں
لذت درد قلق رنج و بلا　وہ ہی جانے جو ہے اس میں مبتلا
جانے کیا بیدرد لذت درد کی　درد رنج و غم غذا ہے مرد کی
زہر مار اوروں کو ہے گرچہ ممات　سانپ کے حق میں ہے پر آب حیات
سوزش خور شاخ تر کو دے ثمر　خشک کو دے آگ میں کر خشک تر
نار ہو گلزار ابراہیم پر　لیک ہو نمرود پر قہر و شر
درد و غم ہے زندگی عاشقاں　مرتے ہیں اس زندگی سے فاسقاں
جانتے ہیں عاشقان بیقرار　رنج میں گنج اور خزاں میں نوبہار
رنج میں راحت فقیری میں غنا　مسکنت میں سلطنت و بے عنا
زحمت ہے رحمت میں اور ظلمت میں نور　ذلت و خواری میں عزت ہے ضرور
موت میں جینا بقا اندر فنا　عاشق جانباز کو ہے بے عنا
خاکساری رنج و عادت ناسزا　عاشقوں سے پوچھ ان سبکا مزا
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر　بے قراری انتظاری درد سر
لذت اور کیفیت ان سبکی ذرا　عاشقانِ باوفا سے پوچھ جا
سر کے کٹنے کا مزا یحییٰ سے پوچھ　لطف تن چرنیکا ذکریا سے پوچھ
آہ و زاری کا مزا آدم سے پوچھ　درد زہ کے لطف کو مریم سے پوچھ
فرش سے تا عرش بھرنے کا مزا　پوچھ عیسیٰؑ اور موسیٰؑ اور احمد سے جا
پوچھ سبکا شہیدوں سے ذر　لذت و کیفیت و ذوق مزا

ہو کے بیجاں جاں فدا کرنیکا لطف
پوچھ جانبازوں سے وہ مرنیکا لطف

روشنی سے شمع کے جلنے کو پوچھ
شمع سے جا موم کے جلنے کو پوچھ

ابر سے رونے کو خور کے سوز کو
باغ و اثمار جہاں سے پوچھ تو

گرمیٔ دل چشم تر ہووے نہ گر
باغ جاں کس طرح ہو سیراب تر

عشق کی باتوں نے مجکو اے عزیز
کر دیا اب ایسا بےعقل و تمیز

عشق نے انکے کیا مجھ پر اثر
نقل سے ان کی ہوا میں بیخبر

عشق کی باتوں کا سن کر شور و غل
خواب غفلت سے گئی بس آنکھ کھل

ہندوے شب کا جو گذرا حد سے جور
ترک خود اس کا ہوا قاتل بزور

اٹھ وضو کر کے بصد عجز و نیاز
کی ادا جوں توں فجر کی میں نماز

چل کہیں موقوف ہوتا یہ ملال
گھر سے نکلا کر کے یہ دل میں خیال

آخرش گھر سے نکل پھرنے لگا
دربدر صحرا بہ صحرا جا بہ جا

گذرا تا بازار میں ہو غم بسر
اور دل مضطر تھا جوں کوزہ میں زر

جو گیا صحرا میں تسکیں کے لئے
اور اٹھے دل سے بگولے آگ کے

گر تسلی کو گیا اندر پہاڑ
اور غم کا آپڑا سر پر پہاڑ

جس جگہ جاتا تھا مثل آفتاب
تھا ترقی پر جلن اور اضطراب

غنچۂ دل کب کھلے عاشق کا یار
بے ہوائے وصل کب یار گلعذار

ہوئے بے گل کے بلبل کو قرار
باغ میں ہووے اگرچہ سو بہار

دیدۂ حیراں نہ ہو کیوں اشکبار
بے نظارہ نرگس بیمار یار

ہو فغاں بیدل کے دل سے دور کب
تا نہ ہو دلبر سے اپنے لب بلب

جو کوئی ہو عشق کا بیمار یار
کب علاج اسکا ہو جز دیدار یار

مرض مہلک نے جو گھیرا جان کو
دلمیں آیا چل بیمارستان کو

دیکھ کر ہمدرد و ہم مرضوں کا حال
ہو دل غمگیں مرا شاید بحال

جنس اپنی جنس سے ہو فیضیاب
غیر جنسیت سے ہو اندر عذاب

آدمی ہم جنس ہیں صورت میں ایک
مختلف اوصاف رکھتے ہیں ولیک

ہو گئے اوصاف جو سب رنگ برنگ
اسلئے ہے رات دن آپس میں جنگ

پوچھ لے ہر تخم سے بستاں میں جا
خاک میں ملنے سے کیا تم کو ملا

سیم و زر کے خاک میں رلنے کو پوچھ
کیمیا سے مس کے جا جلنے کو پوچھ

گریۂ ابرار و سوز آفتاب
باغ عالم اس سے ہے با آب و تاب

عشق سے دل گرم کر اور دیدہ تر
گلشن جاناں ترا ہو تازہ تر

سربسر بکو اسکی حالت میں چھوڑ
عشق مجھکو لیگیا کس طرف موڑ

ذکر ان کا بھولا ان کو دیکھ کر
جس طرح ہو آہو پیش شیر نر

یاد آتی ہے مجھے جب انکی بات
یعنی فرماتے ہیں وہ یوں نیکذات

الغرض کی رات اس طرح بسر
ہو گئی جب صبح ظاہر سربسر

صبح کا جب دم ہوا روشن چراغ
نکلا چل بل گھر سے لے سینہ پہ داغ

چل کہیں ایسی جگہ تا ہووے کم
اضطرابی اور بیتابی و غم

ماہ کی جوں کو بکو لا گھر بہ گھر
شہر و جنگل میں کیا میں نے گذر

گر گیا گلشن میں جو گل کی کلی
تھی زیادہ اور دل کو بیکلی

سیر دریا کی کہ کم ہو اضطراب
جوش پر تھا اور بحر سوز و تاب

اور مزار اہل دل پر بھی گیا
پر ہوا ہرگز نہ عقدہ دل کا وا

آتش درد فراق بیدلاں
کب بجھے بے آب وصل دلبراں

کب ہو ظلمت زدہ کا اضطراب
جب تلک دیکھے نہ روئے آفتاب

ہووے کب قمری کا کو نہ غم دراز
گلشن و گلزار سے بے سرو ناز ::

جائے کب عاشق کے دلکا پیچ و تاب
ہو نہ گر زلف صنم کا سایہ یاب

لوٹنا موقوف عاشق کا نہ ہو
تا نہ وہ ہمبستر جاناں نہ ہو

الغرض تدبیر کیں میں سو ہزار
پر نہ آیا دلکو میرے کچھ قرار

کیونکہ ہوں میں بھی جو بس بیمار دل
دیکھ ہمدردوں کو نکلے کار دل

نقل ہے کھلتا ہے جب آپس میں دل
جبکہ دو دیوانے بیٹھیں ساتھ مل

ہے مراد ہم جنس سے ہم جنس یار
جنس ظاہر کا نہیں کچھ اعتبار

جنس ظاہر کا جو ہوتا اعتبار
فرقے کیوں ہوتے بہتر آشکار

گر کریں اوصاف کو سب اپنے صاف
پھر رہے کاہیکو ایسا اختلاف

آتش دل میں یہ اپنے ٹھان کے — در پہ جا نکلا بیمارستان کے
جا کے داروغہ سے میں اس کے کہا — کھول در بیمار خانہ کا ذرا
تا کہ دیکھوں اپنے بیماروں کو ٹک — ہو تسلی دیکھ بیماروں کو ٹک

رجوع بقصہ و کیفیت بیمار خانہ مقولہ سری سقطی رحمہ اللہ

دیکھ کر پہلے تو بس تعظیم کی — با ادب اٹھ کر مجھے تسلیم کی
دیکھ کر احوال اہل ابتلا — غنچہ دل میرا کچھ بارے کھلا
کوئی کولھے اور کراہتا ہے کوئی — صبر کو اپنے بتاتا ہے کوئی
کوئی تڑپے ہے کوئی ہے خواب میں — کوئی حیراں کوئی پیچ و تاب میں
ہو رہا بلبل نمط نالاں کوئی — مثل بسمل خاک میں غلطاں کوئی
کوئی پی کر داروئے تلخ فراق — زندگی سے کرتا ہے کڑوا مذاق
سینکتا ہے درد پہلو کو کوئی — تابش دل سے رکھے آہوں کی روی
ہو تپ دلرزہ سے کوئی بیقرار — پی رہا ہے شربت زار و نزار
ہو کے مرض لا دوا سے بے اماں — جاں بلب کوئی ہے کوئی نیم جاں
دیکھ حال نیک ظاہر میں خراب — ہو گیا موقوف میرا اضطراب

بعد ازاں اسنے دیا جو در کو کھول — کھل گیا گویا در دل بے غلول
دیکھا ہر اک کو ہے کہ زار و نزار — کوئی نالاں ہے کوئی ہے اشکبار
کوئی روتا ہے کوئی کرتا ہے آہ — کوئی کہتا ہے کہ ہوں باحق تباہ
ہے کوئی گل کی طرح سے جامہ چاک — مثل قمری ہے کسی کے سر پہ خاک
کوئی رکھتا ہے بصد زار و نزار — زخم دل پر مرہم تصویر یار
اشک سے دھوتا ہے کوئی ریش دل — کوئی بیتابی سے مارے دل پہ سل
درد سر پہ کوئی بیتابی کا لیپ — کرتا ہے پھرتا ہے بیصبری کا کمیپ
کوئی پیچش سے شکم کی ہو تباہ — گولیاں کھاتا ہے بیتابی کی آہ
زندگی سے ناامید ہو کر بہوش — کوئی مسہل موت کا کرتا ہے نوش
غنچہ دل کھل گیا دیکھ ایک بار — گلشن بیمار خانہ کی بہار

ملاقات شدن سری سقطی از حضرت بی بی تحفہ و بیان حالت غلبہ عشق او قدس سرہا

تھا اسی میں جو گئی اک سو نظر — دیکھتا کیا ہوں کہ اک رشک قمر
چہرہ اس کا ہے گویا شمع حرم — قامت اسکا گلبن باغ حرم
چشم اسکی چشمہ ہے فتنہ کا باز — خال اسکا تخم شوق پاک باز
بیٹھی ہے ایکطرف کو چوں نیم مست — دیکھ اسکو ہو گئے غم میرے پست
نیند میں بھی تھی یہ اس پر آب و تاب — کوہ کے اندر ہو جیسے لعل ناب
دیکھ اسکے شعلہ رخ کی آب تاب — کھاتا تھا نار نظر سو پیچ و تاب
دیکھ یہ الفت بھری صورت مہیب — ڈرتے ڈرتے میں ہوا اس کے قریب
اور بندھے ہیں ہاتھ زنجیروں سے یوں — شاخ طوبی سے ہی لپٹا سانپ جوں
دست بر دل نغمہ خوش بر زباں — عاشقانہ تھی غزل منہ سے عیاں

تازہ و پاکیزہ رو صاحب تمیز — بالباس خوب و زیبا اک کنیز
زلف اسکی دام راہ سالکاں — لعل لب اسکا ہے جان تشنگاں
بیٹھنا اسکا وہ باحسن و وقار — چرخ کو دیتا ہے پھرنے سے قرار
دیکھ کر کے حسن کی جس کے بہار — نرگس و آئینہ تھے حیران و زار
تھی دو آنکھیں لگی چوں روشن چراغ — ذوق مستی سے کہ تھے اندر دماغ
بوئے خوش اس سے مرے اندر دماغ — پہنچی اور دل ہو گیا بس باغ باغ
اور دو مضبوط لوہے کے کڑے — مثل حلقہ ماہ پاؤں میں پڑے
مجھکو جو دیکھا تو اسنے اس گھڑی — دی لگا آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی
روئی اور رو رو کرکے بھر کر آہ سرد — چند شعر اسنے پڑھے با سوز و درد

اسکے عشق اور ذوق مستی کا اثر — پڑتا تھا دل پر مرے جوں تاب خور
تا تپش گرمی دلسے اس کے ہیں — جانا یہ اتنی جو ہے بے صبر و چیں
ہے کسی فرزانہ کی دیوانہ یہ — بے شبہ ہے عاشق جانانہ یہ
پوچھا داروغہ سے میں اس گھر کی جا — کیوں کیا ہے قید میں یہ دلربا
کیا خطا اس بیخطا نے کی کہو — قید میں ڈالا ہے اس یوسف کو جو
کیوں کیا زنجیر و طوق اس شاہ کو — ابر میں کیسے چھپایا ماہ کو
کوئی بیماری نہیں ظاہر اسے — ہے بھلی چنگی کہو کیوں بند ہے
بولا داروغہ یہ سنکر اے عزیز — تھی یہ ایک مولیٰ کی شائستہ کنیز
ہو گیا اسکو جنوں تقدیر سے — اسلئے یہ بند ہے زنجیر سے
اسکے مالک نے کیا بند اسلئے — تاکہ شاید عقل و ہوش آجائے
جملہ زنداں چونکہ در زنداں شوند — متقی و زاہد و حق خواں شوند
طفل ناداں کو کریں مکتب میں بند — عالم و دانا ہوتا اور ہوشمند
قید آب و گل میں آدم کو کیا — جوہر انسان جب ظاہر ہوا
نطفہ زنداں رحم میں جب ہو بند — شکل انسان تب ہو خوب اور دلپسند
بند ہو قطرہ صدف میں چند گاہ — تب وہ موتی ہوئے باخوبی جاہ
کان میں جب قید ہوویں زر و سیم — پاویں جب قیمت گراں رونق عظیم
تخم کو ڈالیں زمیں کی قید میں — تاکہ اس سے پھول پھل حاصل کریں
نفس سگ زنجیر تقوی میں ہو قید — آہو عرفاں کو جب کرتا ہے قید
حرص جو قید قناعت میں ہو بند — ہو غنا قلبی وہی اے ارجمند
طمع کو محو توکل کر شتاب — تا محب اللہ کا پاوے خطاب
بخل کو اندر سخاوت کے چھپا — تا حبیب اللہ ہو تو بر ملا
بولنے کو بند چپ رہنے میں کر — ہمکلام حق سے ہو تو تا اے پسر
بند یاد مرگ میں کر طول امل — تا رہے اکرم نہ تو بے نیک عمل
حکم میں حق کے چھپا تو عجب کو — ظاہر و باطن ترا تا ایک ہو
کر تواضع میں تکبر کو تو بند — تا کرے حق مرتبہ تیرا بلند
کور یا کو محو تو اخلاص میں — تا ہو حق کے بندگان خاص میں ۱۳
عشق حق میں بند کر تو حب غیر — تا ہو باغ وصل حق میں تجکو سیر
کر صفات حق میں گم اپنے صفات — ماسوا سے پاوے تو تاکہ نجات
کر خودی کو تو خدا میں محو نیک — تاکہ معلوم ہو نہیں جز ذات ایک
اسلئے درویش فقرا ہوش مند — چلہ عزلت میں ہوویں آپ بند
تاکہ ہوان کو پائیں قید نکول — گوہر مقصد زر مقصد حصول
اسکے مالک نے بھی اس امید میں — اس کنیزک کو کیا ہے قید میں
بند کرکے تا کریں اسکا علاج — تا صحت پر ہوئے یک اسکا مزاج
ہووے شاید عقل و ہوش اسکا بجا — تا نفع لے اس سے وہ بے انتہا
جو یہ داروغہ سے لونڈی نے سنا — رو پڑی اکبار اور سر کو دھنا
دردناک اک کھینچکر کے دل سے آہ — بولی میں ہوں اے عزیز و بے گناہ
اے مسلمانوں نہیں مجنون میں — اپنے دلبر کی ہوں پر مفتون میں
سمجھو تم موسیٰ کا چرواہا مجھے — جس کے دلسے بیخبر موسیٰ رہے
سنکے اس سے ظاہری بیہودہ قال — ہوگئے غصہ نہ دیکھا دلکا حال
یونہی مجکو بھی دیوانی جان کر — کردیا قید اور نہ لی دلکی خبر

تمثیلاً بیان چرواہہ موسیٰ علیہ السلام

نقل ہے جانتے تھے موسیٰ طور پر — ایک چرواہا پڑا رہ میں نظر
کر رہا تھا یوں بصد زاری و آہ — اے رحیم والے کریم والے الہ
ہے کہاں تو جلوہ کر تلا مجھے — تیری دوری نے دیا تڑپا مجھے
ہے بتا کس جا تو اے جان جہاں — تا کروں قربان تری خدمتیں جاں
راتدن میں تیری خدمت میں رہوں — ایک دم غمگین تجھے ہونے نہ دوں
خوب سا مل مل کے نہلاؤں تجھے — اور اچھے کپڑے پہناؤں تجھے
تیل ڈالوں سر میں اور کنگھی کروں — چپلیں ہیں تیرے لیے اچھی سیلوں
ڈھونڈکر ٹونکی تری ماروں جوئیں — اور کھلاؤں ہر طرح کی نعمتیں

ہو اگر بیمار تو اسے کردگار — جان و دل سے ہوں ترا میں غمگسار
ہو جو کچھ تکلیف اور زحمت تجھے — کر کے خدمت خوب دوں راحت تجھے
پاؤں دابوں اور چوموں ہاتھ کو — اور کروں سونے کو بستر رات کو
اے مرے رب جاں مری تجھ پر فدا — اور سب اولاد گھر بار مرا
ہے کہاں تو تا تری خدمت کروں — سیئوں کپڑے تیرے اور بخیہ کروں
دیکھ پاؤں میں ترے گھر کو اگر — دودھ گھی لاؤں ترے شام و سحر
روغنی روٹی پکا کر اور کھیر — اور بہت لسی دہی مسکہ پنیر
لاؤں میں تیار کر آگے ترے — روز ہو کھانا ترا گھر سے مرے
اور کا ہرگز نہ کھانے دوں طعام — اپنے ہی گھر سے کھلاؤں میں مدام
رنج و غم ہرگز تجھے ہونے نہ دوں — تیری راحت کے لئے محنت بھروں
تیری خدمت سے نہ ہو فرصت مجھے — میری خدمت سے ہو نت راحت تجھے
اے خدا تجھ پر ہو قرباں میری جاں — اور سب بکریاں اور خانماں
اسطرح بیہودہ کہتا تھا شباں — پوچھا چرواہے سے موسیٰؑ نے کہ ہاں
کسکو کہتا ہے یہ تو مجھ کو بتا — بولا وہ جس نے مجھے پیدا کیا
اور کئے جس نے زمین و آسماں — عرش و کرسی دوزخ و جنت عیاں
اور کئے جن و بشر اور دو جہاں — ہے اسی سے عرض یہ میری بجاں
بولے موسیٰؑ ہائے تو نے کیا کیا — ہو گیا کافر مسلماں کب رہا
ہے یہ کیا بیہودہ ہزیان کفر و جہل — بند کر منہ کو سمجھ اسکو نہ سہل
اس ترے کہنے سے اے بیہودہ گو — ہو گئی عالم میں ظلمت چار سو
کفر سے تیرے ہوا عالم سیاہ — کفر نے تیرے کیا دیں کو تباہ
کھانا پینا پھیرنا تیرا ہے کام — اور یہ کب خورشید کو زیبا ہے کام
گر نہ روکا اس سخن سے حلق کو — آگ آکر پھونکدیگی خلق کو
گر کہے تو جرم کرتے ہیں سبھی — آگ آتی ہے نہ جلتا ہے کوئی
گر نہ آئی آگ کیسا ہے دھواں — ہو گیا کیوں دل سیاہ مردودیاں
۱۴ جو تو جانے ہے کہ حاکم ہے خدا — پھر یہ گستاخی ہے کب تجھ کو روا
دوستی بے عقل کی ہے دشمنی — ہے خدا پاک ایسی خدمت سے غنی
کس سے یہ کہتا ہے کیا خالو سے تو — یا کہ باپ اپنے سے یا عمو سے تو
جسم تن حاجات بشری تو قرار — دیتا ہے اندر صفات کردگار
کھانا وہ کھائے جو رکھتا ہو شکم — کپڑا وہ پہنے کہ ہو جس کے جسم
وہ پئے شیر ہو جسے نشو و نما — چپلیں پہنے جو کہ ہو محتاج پا
وہ منزہ ذاتِ حق دانا ہے راز — پاک ہے ہر چیز سے اور بے نیاز
بلکہ جو بندہ فنا فی الذات ہو — صفت اسکی صفت حق میں مات ہو
اسکے حق میں بھی نہیں کہنی روا — اس طرح کی گفتگوئے ناسزا
نے کہ در حقِ جناب کبریا — بے بدل بے مثل بیچون و چرا
اولیا کو کہنا بے ادبی کی بات — دل کو کرتی ہے سیاہ اور جان کو مات
گر کہے اک مرد کو تو فاطمہ — گرچہ ہیں ایک جنس مرد و زن ہمہ
وہ کریگا قصد تیرے قتل کا — گرچہ ہو خوش خو حلیم و پارسا
فاطمہ ہے عورتوں کے حق میں مدح — مرد کو بولے تو وہ ہو رنج و قدح
ہاتھ و پا ہیں ہمکو آسائش تمام — اور خدا کے حق میں ہیں آلائش تمام
لم یلد لم یولد اسکی ہے سزا — ہے وہ خالق والد و مولود کا
ہے وہ پیدائش کہ آیا جسم جو — جو ہوا پیدا ہے اس عالم سے دو
کیونکہ جو اس عالم فانی سے ہے — خلق ہے اور خالق اسکو چاہیئے
بولا چرواہہ کہ تم نے یا نبیؑ — سی دیا منہ میرا لب پر مہر کی
اور پشیمانی کی آتش سے بھلا — جان و دل میرا دیا تم نے جلا
کہہ کے یہ اور بھر کے دل سے ایک آہ — پھاڑ کر کپڑے لیا جنگل کی راہ
بیخود و سرمست با آہ و فغاں — نالہ و زاری ہوا کرتا رواں

عتاب الٰہی بر موسیٰؑ علیہ السلام در مقدمہ چرواہہ

آئی موسیٰؑ کی طرف وحی خدا — میرے بندے کو کیا مجھ سے جدا
میرے ملنے کے لئے آیا تھا تو — یا جدائی ڈالنے آیا تھا تو

ہو سکے جبتک نہ لے نام فراق — رکھتا ہوں مکروہ میں لفظ طلاق
ہندیوں کی اصطلاح ہند مدح — سندیوں کی اصطلاح سند مدح
حق میں اسکے مدح تیری حق میں ذم — حق میں اسکے مدح تیری حق میں سم
حق میں اسکے نیک تیرے حق میں بد — حق میں اسکے خوب تیرے حق میں رد
نے کیا میں حکم تا لوں فائدہ — بلکہ سو بخشش کروں بندوں پہ تا
میں نہ کیوں کھولوں زبان کے قفل کو — دیکھتا ہوں اسکے دل اور حال کو
ہو زباں یا دل حقیقت یا مجاز — چاہتا ہوں سب سے میں سوز و گداز
موسیا آداب والے اور ہیں — اور سوز و تاب والے اور ہیں
گر گناہ انسے ہو مت عاصی کہو — جو ہوا پرخوں شہید اسکو نہ دو
گم ہو رسم قبلہ جب کعبہ میں ہو — پابرہنہ غم ہے کیا غواص کو

ہر کسی میں سیرت اک رکھی ہے میں — ہر کسی کو اصطلاح بخشی ہے میں
معنی دو ہوں گر ہو وے بات ایک — ہو ترے حق میں بری اور اسکو نیک
حق میں اسکے نور تیرے حق میں نار — حق میں اسکے پھول تیرے حق میں خار
پس بری ہے پاک و ناپاکی سے ہم — اور اگر انجانی و چالاکی سے ہم
انکے کب تسبیح سے کچھ ہوں میں پاک — بلکہ وہ خود آپ ہو جاتے ہیں پاک
دیکھتا ہوں دلکا میں سوز و گداز — لفظ بیجا سے زباں ہو گرچہ باز
دلمیں اپنے عشق کی آتش لگا — سر بسر فکر عبادت کو جلا
سوز و غم میں کرتے ہیں عشاق راج — کان ویراں پر نہیں عشر و خراج
ہے وہ خوں پانیسے افضل بے شبہ — سو ثوابوں سے ہے بہتر یہ گنہ
رہبری مت ڈھونڈ سر مستوں سے تو — جامہ چاکوں کو نہ کروا تو رفو
ملت عشق از همه دین ها جدا — عاشقاں را مذہب و ملت جدا
یہ عتاب حق جو موسیٰ نے سنا — پیچھے چرواہے کے دوڑے برملا
اس کے پاؤں کے نشانوں پر چلے — تا وہ سرگشتہ کہیں شاید ملے ۱۵

عذر نمودن موسیٰ علیہ السلام بخدمت شبان یعنی چرواہا

رفتہ رفتہ آخرش وہ مل گیا — مژدہ دیکر اس سے موسیٰ نے کہا
اب تو ترتیب و ادب پر کچھ نہ رہ — جو ترا دل سوختہ چاہے وہ کہہ
اے معاف یفعل اللہ ما یشاء — بے محابہ تو زباں کو کھول جا
مارا کوڑا تو نے گھوڑے کے مرے — اڑ گیا وہ عرش سے اوپر پرے
کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں اب — شہد وحدت نے کئے ہیں بند لب

ہو گیا ہے تجھ کو اب حکم خدا — کھول تو اپنی زباں کو برملا
کفر تیرا دین ہے اور دیں نور جاں — تیری برکت سے ہے عالم میں اماں
بولا اے موسیٰ نہیں ہیں وہ رہا — ہو گیا کچھ اور حال عالی مرا
پا گیا میں گو مگو کی بات کو — آفریں تجھ کو ہو تیری بات کو
حال کو میرے کہاں پہنچے کلام — اس سے چپ رہنا ہے بہتر والسلام

رجوع بقصہ مقولہ حضرت بی بی تحفہ مغنیہ و بیان زور شور و غلبہ عشق حضرت تحفہ قدس سرہا

گرچہ بھید اپنا نہ کہنے دے ہے عشق — لیک کب خاموش رہنے دے ہے عشق
ہو سکے کب بند عاشق کی زباں — گرچہ بھید اس کا نجانیں مردماں
بے کئے معلوم میرے دل کا بھید — کردیا مجنوں سمجھ کر مجھ کو قید
رہزنی سے عشق کی گمراہ ہوں — سب سے غلغل اس سے پر آگاہ ہوں
لیگیا ہے وہ ہی میرا عقل و ہوش — وہ ہی برلاتا ہے اب مجھ سے خروش

جبکہ سمجھیں انبیا کم راز عشق — کسطرح ہوں عام پھر ہمراز عشق
ہوں نہ دیوانی نہ میری عقل پست — لیک ہوں میں اپنے مستانہ کی مست
عشق سے اسکے ہوں میں مست و خراب — مست ہے مستی سے جسکی یہ شراب
ہوں کسی دانا کی میں دیوانی آہ — شمع روئے یار کی پروانی آہ

مست ہوں پر دل مرا ہشیار ہے | جان آسودہ مگر تن خوار ہے
ہو گیا البتہ یہ مجھ سے گناہ | جان کی خاطر کیا تن کو تباہ
ہے گناہ بس یہ کہ میں رکھتی ہوں چاہ | غیر خوبی کیا ہے یوسف کا گناہ
گر گناہ ہے تو یہ ہو مجھ پر گناہ | اپنے اس محبوب کی رکھتی ہوں چاہ
عشق نے اسکے کیا جو جاں میں گھر | تن بدن سے ہو گئی ہوں بیخبر
شمع رو کا اسکا جب آتا ہے دھیاں | اندر اندر جلتی ہوں پروانہ ساں
آتا ہے جب زلف دلبر کا خیال | نوچتی ہوں اس لئے میں سر کے بال
جبکہ یاد آتی ہے پیشانی یار[1] | پھوڑتی ہوں سر کو دیوار سے مار
چہرۂ گلگوں کا اسکے کر خیال[2] | میں طمانچوں سے کروں ہوں منہ کو لال
خنجر ابرو کو اس کے یاد کر | کرتی ہوں قربان اسپہ اپنا سر
یاد کر وہ خال روئے گلعذار | داغ دل سے ہوتی ہوں باغ و بہار
چشم میگوں[3] اسکی جب یاد آگئیں | جھٹ مری آنکھیں وہیں پتھرا گئیں
نوک مژگاں[4] کا خیال ہو اسکے جب | سینہ چھن چھن کر مرا چھلنی ہو سب
یار کے شیریں[5] دہن کو یاد کر | خون چھڑکوں ہوں جگر کے زخم پر
یاد آویں جب در دندان یار | گوہر اشک اسپہ کرتی ہوں نثار
ہو لب شیریں کا اسکے دھیان جب | تشنگی سے چاٹتی ہوں اپنے لب
یاد کر کے قد و قامت[6] یار کا | کرتی ہوں شور قیامت کو بپا
یاد کر کے دلبری[7] کی چال ڈھال | خاک میں ہوتی ہوں کیا کیا پائمال
دور ساغر[8] یاد کر کے یار کا | زہر کیسے گھونٹ بھر لیتی ہوں آہ
کر لباس و پیرہن کا اسکے دھیاں | کرتی ہوں داماں گریباں دھجیاں
یاد آوے جب سراپائے صنم[9] | جلتی ہوں حسرت سے سر سے تا قدم
یار کی ہمبستری کو یاد کر | لوٹتی ہوں جیسے بسمل خاک پر
کر در دندان لب خنداں کو یاد | گاہ روتی ہوں کبھی ہنستی ہوں شاد
جانتی ہے خلق دیوانی مجھے | عقل سے یکلخت بیگانی مجھے
16 کوئی کہتا ہے اسے آسیب ہے | کوئی کہتا ہے جنوں لاریب ہے
حال زار من نمی داند کسے | ہستم اندر آتش غم چوں خسے
حال سے میرے کوئی واقف نہیں | ہوں میں اندر آگ کے جیسے روئی
ہے مری ایسی مثال اے مرد نیک | ناک والا ہو کوئی نکٹوں میں ایک
اسکو سب نکو بنا دیں سر بسر | عقل و ہوش اسکا اڑا دیں سر بسر
گرچہ اپنے کام میں عاقل ہوں میں | خلق کے نزدیک پر جاہل ہوں میں
جس سے میں کہتی ہوں اپنا درد و غم | سنکے ہنس دیتا ہے مجکو یک قلم
نے مرا غمخوار نے مونس کوئی | کوئی دیوانی کہے بے حس کوئی
ہر کسے از ظن خود شد یار من | وز درون من نجست اسرار من
اپنی اپنی بوجھ کے سب یار ہیں | کب یہ میرے واقف اسرار ہیں
جسمیں سمجھے ہیں یہ میرا فائدہ | ہے حقیقت میں وہی بس مفسدہ
اور جسے جانیں کہ ہے اسمیں فساد | ہے وہی حق میں مرے انصاف و داد
درد کا میرے نہیں کرتے علاج | کرتے ہیں وہ جس سے اور بگڑے دماغ
بند کرنا کب ہے وحشت کا علاج | وحشیوں کا ہو فقط صحرا علاج
جو کوئی ہو عشق کا بیمار یار | کب علاج اسکا ہو جز دیدار یار
ہے کہیں ایسا کہیں زیر فلک | جائے مرہم زخم پر چھڑکیں نمک
ہے یہ کس حکمت میں درمان بخار | دیں ٹھنڈائی کی جگہ دا زوئے حار
تشنگی بجھنیکا کیا یہ بھی ہے راہ | جائے شربت زہر دے پیاسے کو آہ
ہے کوئی آتش بجھانیکا یہ کھیل | ڈالے پانی کی جگہ جلتے پہ تیل
ہے مروت یہ کہیں تم نے سنی | دوستی کی جا کرے جو دشمنی

۱؎ مراد صفت معبودیت حق است و مراد تجلیات صوری کہ سالک از کیفیت آں طلاع می شود ۲؎ مراد تجلیات کہ در بیخودی و خواب میشوند ۱۲ ۳؎ مراد صفت بصیری للہ تعالیٰ نظر و عنایت برلابالیان خود ۴؎ مژگان مراد اشارت الہی باقی صفحہ آئندہ پر

چاہتے ہیں درد عشق اس سے ہو دور — اور ہے میری زندگی اسمیں ضرور
درد جاناں کسطرح چھوڑوں بھلا — زندگی سے کیسے منہ موڑوں بھلا
مایۂ راحت ہے مجکو اس کا غم — مونس وحشت ہے مجھ کو اسکا غم
درد کی میرے دوا ہے اسکا درد — اور تپ ہجراں کی دارو آہ سرد
عشق جان محرم ہے میری جان کا — زخم غم مرہم ہے میری جان کا
عشق کی آتش ہے ٹھنڈک جان کی — دائمی سوزش ہے ٹھنڈک جان کی
پر ہے درد عشق سے جو جام دل — ہے تڑپنا لوٹنا آرام دل
گرچہ آنکھوں میں ہے زخم انتظار — دھوتی ہوں اسکو نسے اسکو بار بار
میں نہیں مجنوں ہوں بس ہوشیار — آتا ہے طعنہ جنوں سے مجکو عار
پیش اہل عقل فرزانہ ہوں میں — جاہلوں کے آگے دیوانہ ہوں میں
ہیں مسخر میری عقل و فہم عام — اور جنوں میرا ہے اک ادنیٰ غلام
ماندم در قید زنجیر جنون — بہ کہ باشم اہل عقل و ذوفنون
شیخ نے جو نکتہ تحفہ سنے — عشق کے دل میں دُرِ تحفہ چنے
درد کی سن گفتگو غش کر گئے — جان و دل اندوہ غم سے بھر گئے
دل جلا سن گفت دل آویز کو — دی اجازت اشک گوہر ریز کو
تحفہ نے سوز نہانی شیخ کی — دیکھ کر رو اشک رانی شیخ کی
یوں کہا اے شیخ جاں کھونا ترا — اُسکے وصعو نیر ہے یہ رونا ترا
اسکو پہچانے اگر تو نیک بخت — یعنی ہے جیسا کہ حق معرفت
اس گھڑی کیا حال ہو تیرا بنا — تو رہے یا عقل ہش تیرا بجا
گر بہ بینی یک نفس حسن ودود — اندر آتش افگنی جان و وجود
اس کے وصعو نیر ہو جب عالم فنا — عاشق حق کیوں نہ ہو ہر دم فنا
جان و دل دیں جب مجازی عشق میں — کیوں نہ ہوں قربان حقیقی عشق میں
اسکے اوپر کہتی ہوں میں ایک مثال — تا کہ ہو معلوم جانبازی کا حال

حکایت بطریق تمثیل

نقل ہے لڑکا تھا اک درویش کے — جو بصورت پاک طینت نیک پے ۱۷
صورت و سیرت میں بس کامل تھا وہ — خوبیٔ عالم تھا جسم اور دل تھا وہ
حسن کا اس کے کروں میں کیا بیاں — تھا گویا اک حق کی رحمت کا نشاں
پڑھتا تھا اک میر کے مکتب میں وہ — تھا طرحدار ذہن و ذکا میں سب میں وہ
میر کا لڑکا جو پڑھتا تھا وہاں — شکل و صورت میں تھا یکتائے زماں
گلبن نو حسن کے گلزار کا — آشیانہ طائر انظار کا
ہو گئی ناگاہ الفت درمیاں — میر کے لڑکے کی اور اسکی بجاں
شیفتہ ایسا ہوا پسر فقیر — ایک دم رہتا نہ بے ابن امیر
ناگہاں اک روز امیر بیتو فاق — آ گیا مکتب میں حسب اتفاق
حال سب لڑکوں کا پوچھا آن کر — آخر اس لڑکے کو مفلس جان کر
حکم اٹھا دینے کا اس کے دیدیا — اور معلم سے یہ مضمون کہہ دیا
یعنی ہو گی آخرش اے اہل بر — صحبت اسکی میرزادے کو مضر
الغرض استاد نے مجبور ہو — جا کہا درویش کے فرزند کو
کہنے سے استاد کے ہو چشم تر — اٹھ گیا مکتب سے وہ خستہ جگر
پھر سنا تھوڑے دنوں کے بعد یوں — ہے وہ لڑکا سخت بیمار و زبوں
تھی نہ اسکو کوئی بیماری شاق — کھا گیا تھا میرزادے کا فراق
آتش فرقت میں اسکے روز و شب — جلتا بھنتا تھا بصد رنج و تعب
عیش دنکو تھا نہ شب سونا تھا وہ — خون دل پیتا تھا اور رونا تھا وہ
کھانے پینے نے دیا اسکو جواب — خواب و راحت نے کیا آرام خواب

صعو گفتنی سے آگے ا بواسطہ وحی یا بواسطہ الہام باشد ۱۲ ۵ دہن مراد صوت متکلمی و اشارت الہی است ۱۲ ۶ مراد صفت معبودیۃ و سزاواریگی ۱۲
ے مراد جذبہ او معشوق عاشق را ۱۲ ۸ ہرچیز کہ دراں چیز مشاہدہ انوار غیبی و ادراک معانی می کنند ۱۲ ۵ مراد جامع جمیع اعمار وصفات ۱۲

بھوک زیادہ ہو تو کھا دل کے کباب / پیاس غالب ہو تو دے آنکھوں سے شراب
نے کبھی ہنستا نہ کرتا بول چال / غم کے کونے میں پڑا رہتا نڈھال
حالکو اس کے کوئی اگر پوچھتا / ہنس کے رو دیتا نہ تھا کچھ بولتا
اندر اندر کھا کے رنج یار سخت / رفتہ رفتہ ہو گیا بیمار سخت
میر کے لڑکے کو جب پہنچی خبر / اسکی بیماری کی پھر تو جلد تر
جھٹ بلا کر ایک خدمتگار کو / یوں کہا جا پوچھ اس بیمار کو
جا مری جانب سے یوں اکبار کہہ / کیا ہے بیماری تجھے اے یار کہہ
آ کے خدمتگار نے بعد از سلام / میر کے لڑکے کا پہنچایا پیام
یوں جواب اس سوختہ جان نے دیا / تیری الفت میں مرا دل پھنس گیا
تیری فرقت میں ہوا بیمار میں / اب کوئی دم کا ہوں مہماں یار میں
جان لے القصہ میرا بیگماں / جسم تڑپے ہے یہاں اور جاں وہاں
لوٹکر کے میرزادے کا غلام / آیا اور بیمار کا لایا پیام
میر کا لڑکا یہ سن کر ناز سے / بول اٹھا کیا جانے کس انداز سے
یعنی نوکر کو کہا جا جلد تر / کہدے اس دلدادہ سے اس طور پر
گر ترا دل مجھ پہ یوں مائل ہے اب / بھیجنے میں کون چیز حائل ہے اب
دل ترا رہتا ہے گر مجھ بن اداس / بھیجدیتا کیوں نہیں دل میرے پاس
جا کے نوکر نے پیام جاں فزا / میر کے لڑکے کا عاشق سے کہا
سن کے عاشق نے پیام دلربا / ٹھہر دروازہ پہ نوکر کو کہا
بعد لمحہ بے طلب تو گھر میں آ / اور طبق پوشیدہ لیجانا اٹھا
وہ طبق سربستہ لیجا کر ضرور / جلد رکھنا میرزادے کے حضور
بعد اک ساعت کے نوکر میر کا / حسب فرمودہ پسر اندر گیا
جا کے دیکھا ہے طبق رکھا ڈھکا / اور زمیں پر اک طرف لڑکا پڑا
ہے طبق رکھا ڈھکا اوپر رومال / اور زمیں پر ہے پڑا وہ نونہال
وہ طباق اسجا سے جلدی سے اٹھا / میر کے لڑکے کے جا آگے دھرا
۱۸ اور کہا سب اس سے جا کر ماجرا / میر کے لڑکے نے پھر سنکر ذرا
اس طبق کو دیکھا جو رومال اٹھا / دل تڑپتا پایا اس میں برملا
دیکھتے ہی اک لگی سینہ پہ چوٹ / ہو گیا اسکا بھی دل بس لوٹ پوٹ
وہ تو دل کو دیکے راحت پا گیا / دلکو اس کے بھی مگر تڑپا گیا
دیکے دل آرام اس کو ہو گیا / جب گیا پہلو سے دشمن ہو گیا
پھر کہا خادم کو جلدی دوڑ کر / جا کے اس جانباز کی لا تو خبر
سنتے ہی خادم گیا واں جلد تر / اور اس جاندادہ کی لایا خبر
یعنی وہ دلدادہ لڑکا مر گیا / جانکو جاناں پہ قرباں کر گیا
رکھ کے سر زانو پہ بیدم ہو گیا / سانپ کے کاٹے کے جوں چپ سو گیا
عشق اپنا کام کر کے چل گیا / گلبن نو رُئے گل میں مل گیا
ہو گیا وہ جاں بحق تسلیم آہ / سنکے اسکی بھی ہوئی حالت تباہ
اپنے کہنے سے پشیماں ہو کے وہ / ہو گیا بیہوش بس رو رو کے وہ
فائدہ کیا اس پشیمانی سے اب / چلگیا جب تیر ہٹ سکتا ہے کب
عاشق صادق تھا اور اہل کمال / دیدیا دلبر کو جو دل بے ملال
لیکے مسکیں نے اشارہ دلربا / دیدیا دل کر کے پہلو سے جدا
اک اشارے میں دیا دل بخیل / کر گیا اس شعر پر گویا عمل
دلدیا لاکھوں خریدے ہمنے داغ / اک کلی دیکر لیا پھولوں کا باغ
جبکہ ہو عاشق مجازی کا یہ حال / کیوں نہ مٹے جاں عاشقان ذوالجلال
خلق دے مخلوق پر جان بے عنا / عشق خالق میں نہ ہو کیونکر فنا
عشق مولیٰ کچھ نہیں لیلیٰ سے کم / کیوں نہ ہوں مجنوں میں اسیر یکقلم
شمع پر پروانہ ہو جل کر فنا / عاشقان حق نہ ہو کیونکر فنا
حسن یوسف پر زنان مصر مست / ہو کے کاٹیں جائے لیموں اپنے دست
حسن یوسف عکس حسن حق ہے یار / حسن حق پر کیوں نہ ہو عاشق نثار
عاشقان صورت و وہم و خیال / کب ہوں مثل عاشقان ذوالجلال
گوی شو میگرد پہلوئے صدف / غلط غلطاں و زخم چوگان عشق
عشق حق میں تو جو دے اک جانکو / پاوے بدلا دس سے لیکر سات سو

عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

پھر تھرا کر گر پڑی بے ہوش ہو
آہ بھر کر رہ گئی خاموش ہو

شیخ نے اسکو پکارا اے کنیز
بولی لبیک اے سریِ باتمیز

نام جو لیتی ہے میرا بر ملا
مجھ کو جانے ہے کہاں سے تو بتا

غم میں اس کے عشق کے کھیلی ہے نرد
آپکو کھو کر کے پایا اس کو فرد

شیخ بولے مانا میں عاشق ہے تو
پر بتا ہے کون تیرا ماہرو

کونسے محبوب کی عاشق ہے تو
کونسے مطلوب کی شائق ہے تو

کون سے ہے شعلہ رو کی سوختہ
ہے تو کس تیر نگہ کی دوختہ

کونسے ہے سرو قد کی پائمال
عشق میں کس ماہ کے ہے تو ہلال

زخم خوردہ ہے تو کس چوگان کی
گیند کی جوں ہے جو غلطاں ہر گھڑی

حضرت تحفہ بغم پر سینہ چاک
کہہ چکی جب یہ حکایت دردناک

بعد ساعت کے جو آیا اسکو ہوش
پھر وہی نعرہ تھا اور جوش و خروش

یوں کہا پھر شیخ نے اے باادب
کیا مرا جانے ہے تو نام و لقب

بولی جیسے دوست کو جانا ہے یہیں
اس سے اس کو خوب پہچانا ہے میں

کھل گئے سب دل میں اسرار جہاں
ہے نہ کوئی بھید اب مجھ سے نہاں

کر ذرا روشن ترا ہے کون ماہ
کونسے بت نے تری ماری ہے راہ

کونسے دلدار پر مائل ہے تو
کسکی تیغ ابرو کی گھائل ہے تو

ہے تو کس شیریں دہن کی تشنہ لب
ہے تو کس چاہ ذقن میں غرق اب

پیچ میں آئی ہے کس کاکل کے تو
ہے خستہ میں پیچ بتا کس نل کے تو

کونسے شمشاد کی قمری ہے تو
کونسے آزاد کی قیدی ہے تو

کون سے گل کی ہے تو بلبل بتا
کون ہے محبوب تیرا گل بتا

بیان کردن بی بی تحفہ معشوق ومحبوب خودرا کہ محبوب من معبود برحق وقادر مطلق است

عرض کی تحفہ نے اے قطب زماں
ہے مرا محبوب خلاق جہاں

یعنی جس نے کر دیا ہے بے قصور
حرف دو سے دونوں عالم کا ظہور ۱۹

عشق سے پر جان جسنے دی مجھے
یاد میں اپنے بہر موکی مجھے

مجھ کو اپنے سے تسنا سا کر دیا
نور عرفاں سے مرا دل بھر دیا

خالق کونیں پر عاشق ہوں میں
مالک دارین کی شائق ہوں میں

دل دہندہ ہی کی دلبر وہ ہوں میں
اپنے اسجاں بخش کی مردہ ہوں میں

ہوں دہندہ آبرو کی اشک ریز
اپنے عزت بخش کی ہوں خاک بیز

اپنے اسیرآب سرد گل ہوں میں
گاہ قمری اور گہے بلبل ہوں میں

جسکی وحدت کی ہے کثرت جلوہ گاہ
جسکی یکتائی کا شہد اللہ گواہ

ہے وہی معبود برحق میرا دوست
ہے وہی موجود مطلق میرا دوست

ہے مرا محبوب مطلوب و حبیب
جو ہے مجھ سے بھی بہت میرے قریب

جسکی پی کر کے مئے حیرت زمین
ہے پڑی بدمست بیجان و خبریں

جسکے جام عشق سے ذرات مست
فرش تا عرش موجودات مست

ہے جو محبوبان عالم پر یہ نور
ہے اسی کی پرتوہ کا سب ظہور

دلربا جسنے دیا دل اس کو میں
آپ کو چھوڑ آگئی مل اس کو میں

اپنی ہستی بخش پر ہوں میں فنا
میری ہستی میں ہے وہ جلوہ نما

اپنے ہوں افروختہ پر سوختہ
اپنی شادی پر ہوں غم اندوختہ

ہے مرا محبوب دو عالم کا رب
جسکی پاکی بولتی ہے خلق سب

ذاتِ برحق بادشاہ بیبدل
فرد مطلق لایزال ولم یزل

ہے مرا محبوب سر کن فکاں
جان عالم جان جاں روح جہاں

ہے مرا معشوق وہ بیشبہ شک
عشق میں جسکے ہے سرگرداں فلک

ہے نشہ میں جسکی عبدیت کے چور
آدم و جن و ملک حور و قصور

ہے وہی دلبر مرا وہ ہی حبیب
اور سوا اسکے نہیں کوئی حبیب

حسن محبوبان عالم سربسر
عکس حسن حق ہے یوں خود سنگ پر

جس برانددہ ہے یہ خوبی خلق / عکس محبوبی ہے محبوبی خلق
سایہ اپنے اصل کو جب چلگیا / خاکمیں عشق مجازی رل گیا
سایہ تو جا اصل میں اپنے ملا / عشق حقیقی اسکو حاصل ہوگیا
یعنی جب معشوق اسکا مر گیا / بے وفائی اپنی ظاہر کر گیا
چشم وگوش وچہرہ سب موجود ہے / عشق تھا جسپر کہو وہ کیا نہی شے
پرتوہ جب اصل کو اپنے گیا / رہ گیا عاشق بچارہ دیکھتا
اصل اور سایہ میں سمجھا کچھ نہ فرق / چھوڑ دریا کو ہوا قطرہ میں غرق
آئینہ میں دیکھکر عکس حبیب / اصل صورت سے رہا تھا بے نصیب
عشق بر مردہ نباشد پائدار / عشق را برحی و بر قیوم دار
عشق مردہ پر نہیں ہے پائدار / زندہ اور قائم کا کر عشق اختیار
ماسوا حق کے جو کچھ موجود ہے / شکل ہستی ہے ولے نابود ہے
غیر ہی کب ہے وہ ہے موجود یار / اوّل وآخر نہان و آشکار
احولی کو دور کرکے کر نظر / ہے وہی خورشید ہر جا جلوہ گر
شمع گر لاکھوں تجھے آویں نظر / ایک ہی جب نور ہر جا وے نظر
آئینوں کو دیکھ کرکے رنگ رنگ / عقل جزوی اس تکثر سے ہے دنگ
دس عدد ہوں یا ہزار ہوں یا کہ سو / ہر اک ان کا ایک سے خالی نہو
یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے میں نہ تو / ہے وہی نور منزہ چار سو
اس سے زیادہ کہہ نہیں سکتا ہوں میں / ہے یہی بہتر کہ چپ رہنا ہو نمیں
قطرہ میں دریا سماوے کس طرح / ذرہ میں خورشید آوے کسطرح

اڑ گیا جب زر ہوئی ظاہر مسی / اسکے عاشق پر جب آتی ہے ہنسی
ہووے گر عاشق مجازی کو کچھ عقل / ساتھ اس سایہ کے کرتا ہے نقل
جب حقیقت دیکھ لی اندر مجاز / تب حقیقی عشق میں کر ترک و ناز
ہوگئی باہر بدن سے روح جب / ہوگیا عشق مجازی سرد سب
پرتوہ حسن حقیقی کا وہ تھا / جس پہ یہ عاشق ہوا تھا مبتلا
کھلگئی جب آنکھ تب فریاد کی / عشق ناقص میں عمر برباد کی
دیکھ کرکے عکس خود دیوار پر / غش کیا اور کی نہ سورج پر نظر
جب خیال ماسوا باطل ہوا / عشق حقیقی تب اسے حاصل ہوا
عشق زندہ در روان و در بصر / میشود ہر دم زغنچہ تازہ تر
عشق زندہ کا ہو ہر دم تازہ تر / دل میں اور آنکھوں میں باصد کروفر
بند کر آنکھوں کو کر دل سے نظر / ہے وہی محبوب ہر جا جلوہ گر
ہے حقیقت میں نہیں جز ذات ایک / دو نظر آتے ہیں احول کو ولیک
ہیں اسی دریا کی سب موجیں ضرور / گرچہ رنگا رنگ ہے ان کا ظہور
ہے ہزاروں آئینوں میں شکل ایک / عقل اس کثرت سے حیراں ہے ولیک
پوچھے آئینوں کی کثرت سے نو گر / حق کے اسما وصفات ہیں جلوہ گر
وہ نہیں جسمیں نہیں وہ جسمیں ہو / وہ بھی ہے ناچیز اے اعداد جو
ذرہ کہ دو نہ پڑھ اور دو نجان / جان اسمیں آپکو محو نہان
ہے ہمائے وحدت اب پرواز پر / آوے کب دام سخن میں اے پدر
باد اندر مشک آسکتی ہے کب / آگ پنبہ میں سما سکتی ہے کب

کوہ کو کیونکر اٹھاوے برگ کاہ / نور میں ظلمت کو ہو کسطرح راہ

رجوع بقصہ

شیخ سری یہ سخن تحفہ سے سن / رہ گئے حیران و تشندر بے سخن

سنکے اس سے بیدل میٹھے کلام / قند وحدت سے ہوئے شیرین کام
یوں کہا قیدی تجھے کس نے کیا / روئی اور رکھ ہاتھ یہ دلبر کہا
بعد ازاں اک ادھر کو گر پڑی / شیخ نے جانا گئی مر اس گھڑی
دیکھ اس کی حالت مضطر کو شیخ / اور سن کر قصہ بے سر کو شیخ

کر کے اس سے گوہر معنی بگوش / شربت توحید کو بس کر کے نوش
جاہلوں نے کر کے باہم مشورہ / بند مجھ آزاد کو بس کر دیا
ہوش جب آیا تو پھر اس نے پڑھے / چند شعر اپنے مناسب حال کے
صاحب بیمار خانہ سے کہا / پھر حق کر اس ڈلبہ کو رہا

اس گرفتار محبت کو تو چھوڑ
آہ ہو دے صحرائے وحدت کو تو چھوڑ
قید سے تو چھوڑ اس بے قید کو
تا ترے برلادے حق امید کو
کر تو آزاد دو عالم کو آزاد
دو جہاں میں تا کرے حق تجھکو شاد
سنکے اسنے طوق اور زنجیر توڑ
انکے کہنے سے دیا تحفہ کو چھوڑ
پھر کہا یوں شیخ نے اے خستہ جاں
اب چلی جا تیرا دل چاہے جہاں
عرض کیا تحفہ نے اے والا گہر
میرے جانیکا ٹھکانا ہے کدھر
قید میں ظاہر کی ہیں کیا قید ہوں
قید باطن کی دلسے پابند ہوں
شیر معنی ہو نہیں آزاد دو کون
بند کر سکتا ہے اب مجھ کو کون
طوق زنجیر اور یہ زنداں میرے اب
اک اشارہ میں فنا ہوتے ہیں سب
کیا نہیں تم نے سنا اے خوش خصال
قید میں منصور کی قوت کا حال

حکایت حضرت شیخ منصور رحمہ اللہ

قید میں جسدم کیا منصور کو
فانی حق غرق بحر نور کو
ساتھ اس کے تھے تین سو اور چند
اپنے اپنے جرم کی شامت سے بند
بولا منصور ان کو تم سے بند توڑ
تم اگر چاہو تو دو نہیں سبکو چھوڑ
یوں کہا سب نے یہ گر ممکن ہے جو
کیوں نہیں دیتے خلاصی آپ کو
یوں کہا مجھ کو شریعت کا ہے پاس
قید حق میں ہوں نہیں مجھ کو ہراس
ہاں اگر چاہو تو دو ہیں تمکو چھوڑ
اک اشارے میں تمہارے بند توڑ
پھر اشارہ جو کیا انگشت سے
بند و ست و پا سے انکے گر پڑے
قیدیوں نے آپکو دیکھا جو خاص
بند اور زنجیر سے بالکل خلاص
عرض کی سب نے کہ اے شیخ بلند
کس طرح جائیں در زنداں ہے بند
اور ہیں درباں دروں پہ مستعد
پہرے اور چوکی کے اوپر مستعد
یوں کہا منصور نے پھر کیا ہے ڈر
کہہ کے یہ ادر کی سوئے زنداں نظر
شیخ کے کرتے ہیں زنداں پر نظر
ہو گئے پھٹکر کے دیوار دنمیں در
پھر کہا اب جاؤ تم سارے نکل
اپنے اپنے گھر کو جاؤ بے خلل
بولے سب تم کیوں نہیں چلتے ہو گھر
یوں کہا جانا ہے مجھ کو دار پر
ہے مرے سینہ میں اک سر نہاں
دار پر جا کر کروں گا میں عیاں ۲۱
بعد اس کے حکم سے دلدار کے
ٹکڑے ٹکڑے ہونگے جسم زار کے
اس طرح میں بھی ہوں حکم حق میں بند
امر تلخ اسکا ہے مجھ پر مثل قند
میرے پیارے نے مجھے اے ہوشمند
کر دیا ہے بند میں بندہ کے بند
اس مرے محبوب نے کر دی مجھے
اپنے اک بندے کی ہیں بندی مجھے
اس کی مرضی پر رہونگی دلسے بند
ہو جدا میرا یہاں گر بند بند
گر مرا مالک ہو راضی جاؤنگی
ورنہ صابر ہوں نہیں گھبراؤنگی
شیخ سری نے کہا ہنسکر کہ یوں
ہے عجب تو نکتہ داں اے ذوفنوں
اس سخن سے ہو گیا اب آشکار
میں ہوں مجنوں اور تو ہے ہوشیار

ملاقات شدن شیخ سری سقطی از تاجر مالک تحفہ

شیخ اور تحفہ باہم آپس میں باز
کر رہے تھے گفتگوئے راز و ناز
تاجر دل خستہ سینہ سوختہ
پشت خم غصہ سے سینہ دوختہ
آگیا باہر سے اندر ناگہاں
جانب زنداں بندی بے اماں
آکے داروغہ نے یوں اس سے کہا
ہے کہاں تحفہ کہا اندر ہے جا
پاس اس کے بیٹھے ہیں حضرت سری
سنکے یہ خوش ہو گیا وہ اس گھڑی
شیخ کو دیکھا تو بس خرم ہوا
فکر سے تحفہ کے دل بے غم ہوا
بولا برکت سے دعا کی ان کی اب
مشکلیں آسان ہونگی میری سب
بعد تسلیم و ادب ہو چشم تر
رکھ دیا پھر شیخ کے پاؤں میں سر
شیخ بولا ہوش کر اے باتمیز
مجھ سے سو درجہ ہے بہتر یہ کنیز
ہے ادب مجھ سے گدا کا بے شمار
شاہ معنی کو کیا ہے خوار
لائق تعظیم پر تو ہو ستم
اور ہو نالائق معظم محترم
ابلہاں تعظیم مسجد می کنند
در جفائے اہل دل جد می کنند
کب سے مسجد جز درون اولیا
کیونکہ ہے واں جلوہ فرما کبریا

کیں نظر بندی ہے اے دانائے راز
باز کو پشہ کہیں پشہ کو باز

ہے عجب دنیا کا یہ برعکس کار
خار کو جانے ہیں گل اور گل کو خار

چاہ کو جانے ہیں راہ اور رہ کو چاہ
شاہ کو مسکیں کہیں مسکیں کو شاہ

نیک کو جانیں ہیں بد اور بد کو نیک
ایک کو سمجھیں ہیں سو اور سو کو ایک

غم کو شادی جانیں اور شادی کو غم
نم کو دریا سمجھیں اور دریا کو نم

خوار کو سلطان سلطاں کو ذلیل
دانا کو ناداں اور ناداں کو عقیل

سہل کو مشکل کہیں مشکل کو سہل
اہل کو نااہل نااہلوں کو اہل

عاقلوں کو جانتے مجنون ہیں
اور جو ہیں مجنوں انہیں عاقل کہیں

خلق جسکو جانتی سردار ہے
پیش اہل دل ذلیل و خوار ہے

اور جسے سمجھیں ہیں سب خوار و ذلیل
ہے حقیقت میں وہی شاہ جلیل

اس کنیزک کو کہ ہے سلطان جان
کس لئے رکھا ہے خوار و مستعان

کیوں کیا اس گلبدن کو خوار و زار
کیوں کیا اس آئینہ کو پرغبار

جان کو اپنی ستاتا ہے کوئی
خاک میں زر کو ملاتا ہے کوئی

کیوں اس آزاد دو عالم کو کیا
قید میں اسکا سبب مجھ کو بتا

کر بیاں اس کی حقیقت مجھ سے تو
اول اور آخر سے یکسر مو بمو

حال کیا رکھتی تھی اور کیدھر رجوع
یہ جنوں اسکو ہوا کیونکر شروع

ہوگئی ہے کب کب سے یہ زحمت اسے
کتنی مدت سے ہے یہ حالت اسے

بیان نمودن تاجر حال تحفہ را رحمہا اللہ

اشک سے لعل و گہر کرکے نثار
شیخ سے کی عرض تاجر نے کہ یار

سنیئے مجھ سے قصہ تحفہ بہوش
عشق کہیے در تحفہ بگوش

سنیے ساتھ اس کے کہانیکو مری
اس بلائے ناگہانی کو مری

کان دیجے تا مرے دلکا دھواں
نکلے راہ گوش سے کچھ تو اس آں

ایکدن پھرتا تھا میں بغداد میں
آگیا اک کوچۂ بیداد میں

۲۲ خلق کا دیکھا وہاں اک اژدہام
گر رہی تھی قند پر جیسے ہوام

ایک سے پوچھا میں کیوں ہے یہ ہجوم
ہے کہا اک فتنہ تحفہ کی دھوم

بکتا ہے اک شاہد خورشید فام
جنتی تحفہ ہے تحفہ اس کا نام

دیکھ اس کو شمع رو و گلبدن
سب گئے ہیں بلبل و پروانہ بن

وصف اس گلرو کا جب مجھ پر کھلا
دل میں پھول اسکی تمنا کا کھلا

جلوہ آں ماہرخ از راہ گوش
برد از تاجر روان و عقل و ہوش

الغرض میں بھی عزیمت کو بڑھا
بہر تسخیر پری آگے بڑھا

دیکھا رخ اسکا تو پایا جلوہ گر
کان سے بہتر ملی مجھ کو نظر

نور کا پتلا عجب دیکھا عیاں
جسکی ہے تعریف میں قاصر زباں

ہیں خریدار اسکے صد ہا پیش پا
قیمت اس کی کرتے جاتے ہیں سوا

سب سے آگے بڑھ کے آخر میں کہا
اس کی قیمت دونگا میں سب سے سوا

یاں تلک لایا کہ جو اندر شمار
آئے درہم اسکی قیمت بیس ہزار

لے لیا میں مول آخر کو بجاں
فتنہ دوران آشوب زماں

آیا خوش ہو کرکے پھر میں جلد تر
خانہ ویراں گر کو لیکر اپنے گھر

خوبی و حرفت کا تھا بس اسکے غل
خاطر عالم رہی تھی اسپہ ڈھل

سر سے پا تک رکھتی تھی زیبائی پنا
پر عیاں چہرے سے سودائی پنا

شوق کی پیکر کے اکدن بنگ کو
تھی لگی گانے بجانے چنگ کو

اظہار شدن عشق تحفہ وزور شور او

تھا زباں پر یہ کہ ہے فریاد رس
کون تجھ بن بیبس و بیکس کا کس

چارۂ بیچاری کا بیکس کا رفیق
مایہ بے مایہ کا بیکس کا شفیق

دستگیر ناتواں عاجز نواز
مستغیث عاجزاں چارہ ساز

دل دہندہ بیدلاں عاشق نواز
مرہم زخم دلان پاک باز

مرے دلبر مرے جانکے حبیب
ہے مرے نزدیک دور ونکے قریب

پردۂ دلمیں مرے لی تو نے جا
خلق کے در پر مجھے دی تو نے جا

پر ہے تیرے عشق سے سب تن مرا
خلق کے ہاتھوں میں ہے دامن مرا

بندگی تیری ہے میری زندگی / غیر کا کر دفع بندہ بندگی
ہے قسم تیرے جمال پاک کی / دام غم میں تیرے جیسے میں پھنسی
دو جہاں کا دل سے میرے غم گیا / تخم الفت تیرا دل میں جم گیا
ہر رگ و پے میں سمایا ہے تو ہی / غیر کی مجھ میں نہ گنجائش رہی
بیکسوں کا تو ہے کس بیکس ہوں میں / دستگیری کر کہ بس بیبس ہوں میں
ہاتھ سے اس کے تو کر مجھ کو خلاص / کر مجھے اپنے کرم سے اپنا خاص
کہہ کے یہ پھر بے تحاشا رو پڑی / کھولدی مژگاں سے مرجاں کی لڑی
بعد ازاں اٹھ کر کے توڑا ساز کو / اور کیا رونا شروع اور ہائے ہو
ماسوا کی آرزوئیں توڑ دیں / آرزوئیں دل سے اپنے چھوڑ دیں
جو کوئی اس محفل دلکش میں تھا / تاجر اور ساتھ اسکے سب چھوٹا بڑا
بول اٹھا ہر ایک کسی سودا سے آ / سر میں اس زیبا کے سودا پڑ گیا
تیر عشق پھینکا کسی خوش ماہ نے / زخم کھایا اسکی جاہ آگاہ نے
عشق کا مارا کسی نے اس کو تیر / پار دل کے ہو گیا سینہ کو چیر
لیک کی ہر چند سب نے با ہنر / جستجو اسباب کی ادھر ادھر
پر ہوا روشن نہ وہ ہے کون ماہ / کونسے بت نے ہے مارا اس کو آہ
ماری تیغ عشق کس معشوق نے / زخم دل کھایا جو اس معشوق نے
گذرا اس حالت میں اسکو ایکسال / کھانا اور پینا تھا اس پر سب وبال
عیش دن کو تھا نہ سونا رات کو / لب یہ خنداں نے زباں سے گفتگو
انس رکھتی تھی غم بے ڈھب سے یہ / بھاگتی تھی مثل وحشی سب سے یہ
تھی گریباں سے عداوت ہاتھ کو / تار دامن میں نہ چھوڑے بات کو
آہ نالہ سے اسے الفت کمال / اپنے بیگانے سے تھی وحشت کمال
شور افغاں کی کبھی تھی دھوم دھام / گاہ خاموشی سے رکھتی تھی کلام
گاہ سر رہتی تھی دیواروں سے پھوڑ / گاہ جا جنگل میں دروازوں کو توڑ
رات بھر ہنستی تھی یا روتی تھی یہ / مجھکو سونے دے نہ خود سوتی تھی یہ
نوچتی تھی گاہ اپنے سر کے بال / گہ طمانچوں سے کرے تھی منہ کو لال
کام تھا گریہ ہے اسکو روز و شب / جان میری اس سے آئی ہے بلب ۲۳

مقید کردن تحفہ را در بیمارستان و بیان زور شور او در غلبۂ عشق آلٰہی نو

گرچہ تدبیریں کریں میں سو ہزار / ایکسے بھی پر کیا اس پر نہ کار
جبکہ بگڑا اور بھی اس کا مزاج / بند کرنا ٹھیرا آخر کو علاج
کرکے بس آہن دلی سب نے بذوق / کردیا اس ماہ کو زنجیر طوق
چشم سے جاری تھا اسکے خون کا نال / پڑھ رہی تھی شعر اپنے حسب حال
اشک آنکھوں میں لبوں پر تھی فغاں / عاشقانہ تھی غزل منہ سے عیاں
جس کا سب مضمون سوز و درد تھا / گریہ و افغان و آہ سرد تھا
جیسے اب تک وہ ہی دیوانی ہے یہ / عقل و حس اپنے سے بیگانی ہے یہ
دشمنی ہے خویش داری سے اسے / ہمدمی ہے آہ و زاری سے اسے
کھانا پینا ترک اس کا ہو گیا / خواب اور آرام اس کا سو گیا
کھا کباب دل لگی ہے بھوک اگر / جب پیاسی ہو پیئے خون جگر
نقل غم اس کا ہے رونا ہے شراب / لوٹنا جگنا ہے بیہوشی ہے خواب
راحت اور آرام اس پر شاق ہے / اور تڑپنے لوٹنے میں طاق ہے
ہے جنوں پر اپنے دیوانی سدا / عقل سے رہتی ہے بیگانی سدا
گر ہنسے تھوڑا بہت روتی ہے یہ / رنج و غم پر اپنے خوش ہوتی ہے یہ
ہو ہے روشن جس جگہ شمع بلا / اپنے دے پروانہ جان کو جلا
غش ہے اپنی بیخودی مستی پہ یہ / مرتی ہے نت نیستی ہستی پہ یہ
ہے محبت اس کو وحدت سے سدا / دشمنی رکھتی ہے کثرت سے سدا
اپنی حیرانی کی یہ مشتاق ہے / شور و غل میں شہرۂ آفاق ہے

اسکی آنکھوں کو ہے نت رونے سے عشق | اشک کو میل خودی دھونے سے عشق
اور جو پوچھو سب مری پونجی ہے یہ | گنج دولت کی مرے کنجی ہے یہ
رکھتا تھا امید تالوں میں بفور | ہم مثل قیمت کے اس پر سود اور
رکھتی ہے ظاہر جو یہ حسن وجمال | اس سے زیادہ اور ہے اسمیں کمال
شیخ بولے اسمیں کیا ہے وہ ہنر | جس سے اسکی ہے یہ قیمت اور قدر
فن موسیقی میں رکھتی ہے کمال | قال سے اسکی ہو عالم اہل حال
ذوق میں آکر کے یہ گاتی ہے جب | مست ہوتے ہیں در و دیوار سب
واسطے نغمہ کے جب کھولے زباں | جا کے آتی ہے تن مردہ میں جاں
ہاتھ میں جب ساز کو لیتی ہے یہ | صوفی اک عالم کو کر دیتی ہے یہ
جب بلند کرتی ہے یہ آواز کو | ہوتی ہے برپا قیامت چارسو

اسکی اس حالت نے اے والا خطاب | کردیا ہے عیش میرا سب خراب
باہمہ حال اسکو میں سوز درد نار | ہے خریدا دیکے درہم بیس ہزار
کیونکہ رکھتی ہے یہ اک کامل ہنر | جس سے اسکو چاہتا ہے ہر بشر
جس سے زیادہ خلق میں اسکی ہے دھوم | شوق کا خلقت کی ہے اس پر ہجوم
یوں کہا ہے مطربہ گاتی ہے یہ | دل کو اک نغمہ میں لیجاتی ہے یہ
جو کوئی آواز کو اس کی سنے | ذوق سے دو دو پہر سر کو دھنے
لحن داودی اسے حق نے دیا | اور دم عیسیٰ اسے حق نے دیا
بلبل روح اسکا سن آواز چنگ | جائے گلزار ارم کو بیدرنگ
مرغ دل پراں ہو جب کھولے زباں | ہو صدا سے اسکی حیراں کل جہاں
اور سوا اسکے ہیں جو اس میں کمال | اس سے واقف ہے خدائے لایزال

پرسیدن شیخ سری سقطی از تحفہ مطربہ حقیقت حال او

سنکے سری نے کہا تحفہ سے یوں | سچ ہے کیا تاجر بیاں کرتا ہے جوں
حال دل کچھ تو بھی کر اپنا بیاں | دست بردل دیدہ تر کھولی زباں
روئی اور ہنسکر کہا اے شیخ دیں | سچ کہا تاجر نے گرچہ سچ نہیں ۲۴

کہتا ہے اپنی سمجھ کی ہر کوئی | حال سے میرے نہ واقف ہر کوئی
یعنی دستی نے مرے دل سے کلام | تھی زباں محبوب اپنی اسقام
لے لیا بس کو حب الفت کو میں | پر نہ چھوڑا اس در دولت کو میں
سب گناہوں کو مرے کرکے معاف | کی عطا جنت مجھے بے اختلاف
فضل سے حق کے ہوئی مقبول میں | سیر باغ وصل میں مشغول میں

پھر کئی اشعار عربی کے پڑھے | جنکے معنی میں نے ہندی میں لکھے
بعد فرقت کے ہوئی قربت حصول | کر لیا حق نے مجھے پاک اور قبول
جو کہا مانا میں رغبت سے اسے | ہو گئی حاضر پکارا جب مجھے
ایک جنت کیا جو اس کا ہو رہا | ہو گیا وہ وارث ہر دو سرا
لطف حق نے کر لیا مجھ سے پسند | زہر ناقص تلخ وتیرہ مثل قند

ذکر عطائے بی انتہائے الٰہی در عبادت بندگان خود

زندہ نام مرغوب ناچیز وحقیر | فضل سے لکھی اسے نعمت کثیر
ہے یہ فضل ولطف اسکی ذات میں | پوتھ لیکر دے ہے موتی ہاتھ میں
سنگریزہ لیکے دے لعل وگہر | لے ہے مشت خاک دے ہے سیم وزر

نے گل پژمردہ دے گلشن تجھے | بدلے اک دن کے دے خرمن تجھے
لیکے تجھ سے کوزۂ آب خراب | جام کوثر دے ہے بامشک وگلاب
سجدۂ سر جو نہیں جز خاک وخوں | بدلے اسکے دے ہے قرب بیچگوں
چشم نم لے دے یم رحمت تجھے | آہ دل لیدے دم وصلت مجھے

لیکے شاخ خشک دے بستان تر | بدلے اک دینار کے دے کان زر
لے دو قطرہ اشک دے دریائے نور | لے ہے گندہ پیر دے حور وقصور
ہیں جو اعمال جوارح خاک باد | لیکے دے نعمائے جنت نامراد
دست تا بال وپر دے اور زباں | دل کے بدلے جان جاں کون جان

لطف احساں کا ہو اس کے کب بیاں
بخشدے ادنیٰ کو اک ملک جہاں

تخت پر بخشش کے جو ہو جلوہ گر
بندۂ عاجز کو بخشے تاج سر

پشہ کو شہباز کے دے بال و پر
روبہ مسکیں کو طاقت شیر نر

ذرہ کو خورشید کر دیتا ہے وہ
قطرہ میں دریا کو بھر دیتا ہے وہ

وہ ہوا اس کا جو اب اسکا ہوا
وہ ہوا اسکا تو سب اُسکا ہوا

ہوش کر اے یار بہر وصل جاں
مزرعہ دنیا ہے کچھ بولے یہاں

چند ایام اندر عمر مستعار
کر کے طاعت لے حیات پائدار

وہ حیات جاوداں بے انتہا
گرد جس کے نیستی ہرگز نہ جا

پیش عقبیٰ دنیا اک ساعت ہے بس
ایک ساعت وہ بھی بے راحت ہے بس

ہے کہاں افسوس تیری ہوش و عقل
سانس تیری رائیگاں کرتی ہے نقل

مت گراں انفاس خوش کو خوار و زار
غفلت و نسیاں سے بچ رہ ہوشیار

تین دن کے عیش پر مت ہو تو شاد
آخر ہو مثل عقیمہ نامراد

خوش تو سب چھوڑ کر مر جائے گا
جز ندامت کے نہ لیکر جائے گا

تو حیاتِ جاوداں چاہے اگر
پہلے مر جیسے جاگا ورنہ مر

آفریں جاں کو جو اسکی رہ میں جا
مرحبا سر کو جو ہو اس پر فدا

مرنا اس رہ میں ہے رشک زندگی
ہے یہ مرنا زندگی پائندگی

عہد و پیمان ازل کو یاد کر
ذکر حق سے ملک دل آباد کر

غفلت و نسیاں سے رہ تو دور تر
پاس کر انفاس کا اے بیخبر

پاسبان ذکر کا رکھ زور و شور
تا نہ آجائے کہیں غفلت کا چور

ایک دم نسیاں اگر تجھ کو ہوا
عمر کی دولت سے لیجا گا چورا

ایکدم غافل نہ رہ کر ذکر حق
تا نہ آئے غیر ذکر و فکر حق

غیر حق کو دل سے اپنے دور کر
نور کے جلوہ سے دل معمور کر

ذکر کر مذکور تا ہووے عیاں
نی کہ ہو جس ذکر سے جاری زباں

ذکر تن طاعت ہے ذکر دل حضور
ذکر سری نور ہستی سے نفور

ہے مشاہدہ حق کا ذکر روح یہاں
رویت اور دیدار ہو اُس دن وہاں

ذکر لفظی عارضی ہے اے عزیز
ذکر روحی جوہری ہے اے عزیز

جبکہ تجھ پر ہو عیاں سلطان ذکر
اس گھڑی ہو سر بسر تو کان ذکر

ذاکر اور مذکور ہو جا ایک بار
غیر حق کی کب رہی باقی شمار

ہو ترے دلمیں جہاں جان عیاں
جسکے اک دریا کا قطرہ یہ جہاں

یہ جہاں نم ہے وہ یم بے انتہا
نم کو ہے اس یم سے بس نشو و نما

پیش خورشید کرم اے جان غم
ہیں یہ دونوں ماہ و خور ذرہ سے کم

الغرض برق تجلی نہاں
پھونک کر دے تجھے بس بینشاں

بعد اس کے ہو نہیں سکتا عیاں
ہو ترے ہر جز دے جو کچھ عیاں

جب کرے عشق احد دل سے ظہور
میم احمد درمیاں سے ہووے دور

دل سے جس دم عشق کا شعلہ اٹھا
جز احد کے کون اے احمد رہا

بند کر امداد اب آگے زباں
قصۂ تحفہ کو کر ہم سے بیاں

رجوع بقصہ و خریدن شیخ سری تحفہ را و منظور نہ کردن تاجر و آزاد کردن تحفہ را

شیخ نے سن دیکھکر کے حال و قال
پائے جب تحفہ میں سب تحفہ کمال

خاطر نادر میں اپنے باکمال
بویا ایک اسکی تمنا کا نہال

اور کہا دلمیں کہ لڑکوں سے گہر
مول لینا ہے بہت آسان تر

دونوں عالم سے ہے بہتر یہ گہر
اور ہے تاجر طفل ناداں بیخبر

حقہ پر لعل سربستہ ہے یہ
لے تو اسکو کھول دے زر کی گرہ

گرچہ تیرے پاس اک درہم نہیں
لطف حق کا بھی مگر کچھ کم نہیں

شیخ نے پھر اٹھ کے تاجر سے کہا
بیچ میں تحفہ کو دونا اسکی بہا

بیچتا ہے تو اگر لے تا ہوں میں
جو طلب قیمت کرے دیتا ہوں میں

جسقدر زر چاہئے تجھ کو سو لے — لیک تحفہ سیمبر کو مجھ کو دے
عرض کی سنکر کے تاجر نے کہ آہ — ہو گیا ہوں فقر سے میں تو تباہ

میں تو لٹکر ہو گیا اس پر فقیر — کب ہے تم پاس اسقدر دولت کثیر
تم ہو خود مسکیں کہاں تم پاس زر — جو خریدو گے اسے اے بہرہ ور

جو کہ نقد و جنس میرے پاس تھا — سب کا سب میں اسکی قیمت میں دیا
ہو گیا محتاج سب کچھ صرف کر — نے کنیزک ہاتھ میں ہے اب نہ زر

پھر رہا نہ وہ بس بیکس رہ گیا — مثل عاشق بیدل و بیدل رہا
آہ صد افسوس اب میں کیا کروں — کس سے جا اپنی مصیبت کو کہوں

شیخ نے اس سے کہا ٹک صبر کر — لاتا ہوں میں اسکی قیمت بےخطر

بعد ازاں اٹھکر کے باآہ و بکا — روتے روتے شیخ اپنے گھر گیا

گھر گئے شیخ اور نہ تھا پاس ایک دانگ — جز دعا و گریہ و افغان و بانگ

مناجات شیخ سری سقطی در طلب قیمت تحفہ رحمہا اللہ

جاکے بس حیران تنہا بیٹھ کر — رات بھر روئے بصد سوز جگر
عرض کرتے تھے کہ اے پروردگار — حال میرا تجھ پہ ہے سب آشکار

پاس میرے کچھ نہیں پر اے جواد — ہے ترے فضل و کرم پر اعتماد
کر دے اسدم اپنی رحمت کی نظر — مجھ غریب و مفلس و نادار پر

کھول گنجینہ کرم کے اپنے در — اور عطا کر تحفہ کی قیمت مجھ کو کر
سرخرو کر مجھ کو تاجر کے حضور — وعدہ کر آیا ہوں میں اس پر ضرور

ہو مرا یارب تو اب حاجت برار — کر نہ مجھ کو سامنے تاجر کے خوار
بہر حق ہو بحر رحمت موجزن — کر مجھے رسوا نہ اندر مرد و زن

شیخ کی بس عجز و زاری دیکھ کر — آگیا دریا کرم کا جوش پر
لوٹتے تھے شیخ خاک عجز پر — ناگہاں ٹھوکا کسی نے آکے در

کھولا دروازہ تو دیکھا اک امیر — باللباس فاخرہ روئے منیر
ہے کھڑا در پہ باآداب تمام — اور شمع روشن لئے ہمرہ غلام ۲۶

اور کئی ہمراہ خادم با ادب — تھیلیاں پُر زر لئے ہاتھوں میں سب
کون ہے پوچھا دیا اسنے جواب — ہوں میں احمد بن مثنی اے جناب

شیخ نے اس سے کہا اسوقت تو — کیسلئے آیا کہا اے نیک خو
مجکو اس رات اے ولی باخدا — خواب میں یوں پہنچی ہاتف کی ندا

یعنی لیکر چند زر کی تھیلیاں — جاکے سری کی نظر کر اس زماں
دیکے سری کو کر اسکا جی خوشی — جان تو اس کی خوشی میری خوشی

آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں میں — ہو یہ مقبول اب جو کچھ لایا ہوں میں
شیخ نے سن مژدۂ راحت فزا — سجدۂ شکر حق کی نعمت کا کیا

صبح ہوتے ہی ادا کر کے نماز — باہر آئے شیخ با شوق دراز
میر کو لے ساتھ اپنے باشرف — لیگئے تشریف تحفہ کی طرف

ہاتھ احمد کا پکڑ اک آن میں — لیگئے اسکو بیمارستان میں
دیکھا جو صاحب بیمارستان کو — بیٹھا ہے آنکھیں لگائے چار سو

شیخ کو دیکھا تو کہہ کر مرحبا — عرض کی آؤ کہ اب مجھ پر کھلا
یہ کہ درگاہ خدا میں بے گماں — قرب تحفہ رکھتی ہے یہ قدر شاں

غیب سے کل آئی مجھ کو یوں ندا — بے شبہ تحفہ ہے مقبول خدا
چاہتی ہے رب کو وہ اور اسکو رب — فضل رب کا اسپہ ہے ہر روز و شب

ہے خدا کا قرب اسکی جان میں — نور و عظمت اسکو ہے ہر آن میں
شیخ کو دیکھا تو تحفہ رو پڑی — اور یہ کی اس سے مناجات اسگھڑی

یعنی خوش بیٹھی تھی میں اے کبریا — تو نے عالم میں مرا شہرہ کیا
حال سے میرے کوئی واقف نہ تھا — وصف کا میرے کوئی واصف نہ تھا

خلق میں مشہور کر کے اے خدا — کر دیا مجھ کو بلا میں مبتلا
بند محکم میں ہے جو ہے مشتہر — ہے یہ بند آہن سے بھی بس سخت تر

خلق میں جو ہو گیا مشہور تر — کھل گئے سو آفتوں کے اسپہ در
غیرت و رشک و حسد غصہ و خشم — بغض و حرص و دشمنی کینہ و خشم

ہر طرف سے اس کے اوپر کر ہجوم / آن کر برسے ہے جیسے ابر جھوم
گر نواں آفات سے چاہے پناہ / دامن عزلت پکڑ اور امن چاہ

مرکز عزلت ہو گمنامی کی راہ / آفت شہرت سے جب پکڑے پناہ
جیسے دیکھی ہو نہ خلوت کی بہار / کیا قدر جانے وہ گمنامی کی یار

شب قدر سے قدر کم ہونے کی پوچھ / عظمت عزلت کو اسم اعظم سے پوچھ
قدر اور عظمت اگر چاہے ہے تو / بیٹھ کر خلوت میں گم کر آپ کو

آگیا تاجر بھی اتنے میں وہاں / آنسوؤں کی سیل چہرہ پر رواں
شیخ بولے غم نہ کر آیا ہوں میں / جس کا تو طالب ہے وہ لایا ہوں میں

شیخ نے پھر پیش کی ہمیان زر / عرض کی تاجر نے ان کو دیکھ کر
میں نہیں دیتا ہوں اس تحفہ کو اب / قیمت اسکی دے سکیگا کوئی کب

قیمت تحفہ ہے بس اس سے سوا / اس سے اسکو کب کروں دلسے جدا
پھر بڑھائے اور درہم چند بار / بڑھتے بڑھتے پہنچے تا چالیس ہزار

روکے تاجر نے کہی آخر یہ بات / خواب میں حق نے کہا مجکو یہ رات
یعنی ہے مقبول حق تحفہ ضرور / پاس میرے سب خویش بیگانہ سے دور

جانسے میری طرف مائل ہے یہ / ہے نہ دیوانی بہت عاقل ہے یہ
ہو گیا جب ظاہر اس کا مرتبہ / کر سکے کون اسکی اب بیع و شرا

اب اگر دنیا کی دولت دوں تمام / کب قبولوں اسکو میں اے نیکنام
خالصاً للہ اب میں بالیقیں / کر دیا آزاد تحفہ کے تئیں

اور جو کچھ ہے سیم و زر اسکے سوا / وہ بھی میں نے سب فقیروں کو دیا
کر دیا سب کچھ رہ حق میں نثار / تا کروں حاصل رضائے کردگار

حق کی مرضی پر لٹا تاجر نے گھر / باندھ لی مولیٰ کے رستہ پر کمر
میر نے جو حال تاجر کا سنا / ہاتھ سر پر مار کر رونے لگا

اور کہا گویا کہ رب العالمین / خوش مرے اعمال سے ہرگز نہیں
جو رہا محروم اس حرکت سے میں / جل گیا سر تا قدم حسرت سے میں

مجھ سے راضی ہوتا اگر پروردگار / مال میرا ہوتا تحفہ پر نثار
شیخ سے پھر میر بولا بھر کے آہ / تم رہو اسباب کے میرے گواہ ۲۷

پاس میرے مال و زر جتنا ہے اب / خالصاً للہ دیا میں سب کا سب
چھوڑ کر کے حشمت و جاہ و سریر / راہ میں حق کی میں ہوتا ہوں فقیر

الغرض دولت لٹا کر میر نے / رکھا بار فقر سر پر میر نے
دل سے اپنی سب مرادیں توڑ کر / باندھ لی مولیٰ کی مرضی پر کمر

پڑ گیا تحفہ کی برکت کا اثر / کر دیا یکلخت سب کو راہ پر
عشق کا تحفہ کے اک شعلہ اٹھا / گھر دئے ہمسایوں کے سب ہی جلا
عشق کے دریا میں خود تھی غوطہ زن / پاس والوں کو بھی لے ڈوبی وہ زن

بیان تاثیر صحبت کاملان و تحریص صحبت و خدمت ایشاں

کر لیا اپنا سا سبکو یک بیک / جو گرے کان نمک میں ہو نمک
خور کا ہو سنگ و شجر میں جب اثر / صحبت کامل نہ دے کیوں کر ثمر

پکڑے خربوزہ سے خربوزہ تو رنگ / رنگ عارف کیوں نہ دے پھر تجکو رنگ
ہوئی بس اکسیر کامل کی نظر / سنگ و آہن جس سے ہووے لعل و زر

تو بھی ہو کامل کا بھائی ہمنشیں / تا وصال حق ہے ہو تو ہم قریں
ہو نواں شیر ونکے قدموں پر نثار / پھر شکار معرفت کا کر شکار

ہووے ان مرغابیوں کے ساتھ ساتھ / تا کہ ہو حاصل تجھے آب حیات
خاک سے کم سمجھو ہو خاکی کا یار / صحبت نوری سے دیکھے سو بہار

گرچہ ہو تو سنگ و آہن سے تبر / صحبت کامل سے ہو لعل و گہر
ڈھونڈ حق کے یار کو اے مرد کار / تا خدا تیرا ہو یار اور غمگسار

رات اندھیری اور رہ میں گھاٹیاں / بے شمع جانا بلا کی ہے میاں
بحر مقصد بیکراں اور دور راہ / رکھ ستاروں پر نگاہ تا ہو پناہ

خدمت کامل کو کر تو اختیار / دین و دنیا کے ہوں تا سب رست کار
نانوانی بندہ شو سلطاں مباش / زخم خو چوں گوئی شو چوگاں مباش

آزاد شدن تحفہ رضی اللہ عنہا و گریختن او از خلق

خاک پائے کاملاں ہوائے پسر ‖ بہتر اس سے ہے کہ ہو تو تاج سر
درد کی برکت نے تحفہ کی غرض ‖ کھو دیا ان سبکا روحانی مرض
اسکی صحبت نے کیا ایسا اثر ‖ ہوگئے اکسیر سے چوں مثل زر
تحفہ بند بندگی سے جب چھٹی ‖ شیر غراں کی طرح وانسے اٹھی
جسم سے پوشاک پھر کر کے جدی ‖ تن پہ اک کملی پرانی ڈال لی
سب لباس فاخرہ تن سے نکال ‖ ٹاٹ کا ٹکڑا لیا اک سر پہ ڈال
جائے اطلس کر لیا تن پر پلاس ‖ ترک دل سے کر دیا راحت کا پاس
عقل کی چادر کو کرکے چاک چاک ‖ عشق کی لی ڈال اپنے سر پہ خاک
پہن عریانی کا اک کرتہ لیا ‖ مفلسی و فقر کا توشہ لیا
اشک کے دانوں کی لی تسبیح بنا ‖ اور عصائے آہ ہاتھوں میں لیا
باندھی بیتابی کے پٹکے سے کمر ‖ اور مصلیٰ عجز کا مونڈھے پہ دھر
درد و رنج و غم کو کرا اپنا رفیق ‖ پکڑا شہر نامرادی کا طریق
اور کیا آنکھوں سے جاری بحر خوں ‖ شیخ سرّی نے کہا پھر اس سے یوں
وقت ہنسنے کا ہے نے رونے کا اب ‖ کر دیا آزاد حق نے تجھ کو جب
آہ بھر کر عرض کی تحفہ نے یوں ‖ واسطے اپنے نہ روؤں نے ہنسوں
اس سے اسیر روتی یا ہنستی ہو نمیں ‖ واسطے اسکے ہی جاں کھوتی ہو نمیں
بھاگتی ہوں اس سے میں اسکیطرف ‖ اور رونا اس سے ہے اس پر صرف
چاہتی ہوں اس سے اسکو خاص تر ‖ دل سے مائل ہوں میں اسیر سر بسر
جبتلک اس تک نہیں پہنچونگی میں ‖ جان کو اپنی یونہی کھوؤنگی میں
جبتلک ہوگا نہ دلبر کا وصال ‖ پائے فرقت میں رہو نمیں پائمال
ماہی بے آب کو کب ہو قرار ‖ ہو نہ جبتک بحر تک اس کا گزار
ہو قرار و صبر کب بلبل کو آہ ‖ جبتلک دیکھے نہ روئے گل کو آہ ۲۸
تانہ دیکھونگی لب دندان یار ‖ میں رہونگی خون دل سے اشکبار
تانہ دیکھوں شعلہ رخسار ماہ ‖ میں رہونگی غم سے جل جل کر تباہ
اسکے سودائی محبت میں تباہ ‖ جان اور تن کو کروں گی میں فدا
تانہ جاؤنگی میں اس گلگوں سے مل ‖ غنچہ ساں پرخوں رہے گا میرا دل
گرچہ ہے دلبر مرا ہر لحظہ پاس ‖ لیک مستسقی کی کب بجھتی ہے پیاس
گرچہ ہے ہر دم نیا جلوہ وصال ‖ پر ترقی پر ہے عاشق کا خیال
اے برادر بینہایت درگہی است ‖ ہرچہ بروئے میری بروئے بالیست
کہہ کے یہ اور اٹھکے بازاری وآد ‖ چھوڑ کر سبکو لیا جنگل کا راہ
وانسے دامن جھاڑ کر وہ چاک جیب ‖ ہوگئی مثل پری اکدم میں غیب
شیخ اور تاجر وغیرہ بعد ازیں ‖ باہر آئے دیکھا تحفہ کے تئیں
ڈھونڈا ہر چند سب نے اسکو جا بجا ‖ پر نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا
چھوٹے ہے جیسے قفس سے جانور ‖ اڑ گئی جھٹ ہوتے ہی گھر سے بدر
ملگیا خشکی سے ناگہ حسب خواہ ‖ ماہی بے آب کو دریا کا راہ
روح صالح تن سے جوں فرقت کرے ‖ ٹھہرتی ہے کب وہ جنت سے درے
بلبل بیکس جو تھی پنجرہ میں واہ ‖ کھلتے ہی کھڑکی لیا گلشن کا راہ

رفتن شیخ و تاجر و امیر احمد بن مثنی بہ بیت اللہ و انتقال کردن امیر در راہ مکہ و ملاقات شدن شیخ از تحفہ و انتقال نمودن تحفہ و تاجر

دام میں قید آہوئے وحشی جو تھا ‖ بند کھلتے ہی ہوا مثل ہوا
اب نشاں اسکا کہاں پانے ہو تم ‖ وہ ہوا صحرائے لق و دق میں گم
جب نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا ‖ کر دیا پھر عزم بیت اللہ کا

شیخ وتاجر میر تینوں ہو بہم — متفق ہو کر کیا قصد حرم
مرگیا ان میں سے رستہ میں امیر — حسرت و درد و الم کا کھا کے تیر
میر تو ان سے گیا مر راہ میں — شیخ و تاجر پہنچے بیت اللہ میں
اک صدا پر درد آئی کان میں — جس سے جوش انکی پڑا آ جانمیں
اے مرے معبود اے محبوب دل — اے مرے مقصود اے مطلوب دل
رہنمائی تجھ سے ہے گمراہ کو — دے ہے آگاہی تو جان آگاہ کو
پیاس تیرے شوق کی رکھتا ہے جو — تیرے آب وصل بن کب سیر ہو
جو کہ غم سے تیرے ہے پر اضطرار — بے ترے دیکھے اسے ہو کب قرار
جاکے دیکھا اکطرف اک خستہ تن — سر بسجدہ خاک میں ہے نعرہ زن
سر اٹھا کر اس نے دیکھا شیخ کو — اور کہا اے شیخ سرّی خوش تو ہو
سن کے بولی لا الٰہ الا ھو — جہل ہو بعد علم کے اے نیک خو
تم گئے کیا بھول اے سری مجھے — میں ہوں تحفہ مول لیتے تھے جسے
شیخ نے دیکھا جو اسکو غور کر — مثل تنکہ ہو گئی ہے سوکھ کر
ہو گئی ہے زہد سے جیسے خیال — ہے گل پژمردہ کانٹے کی مثال
ہو گیا قامت الف سے اسکا نوں — مار مردہ کی طرح کاکل نگوں
شیخ نے تحفہ سے پوچھا اے قمر — نخل تنہائی سے پائے کیا ثمر
تجھ کو تنہائی میں کیا حق نے دیا — کر بیاں کچھ لطف وصف کبریا
عرض کی تحفہ نے اے والا قدر — شب قدر نے چھپ کے پائی کیا قدر
میں وہ پایا خاک میں عزلت کی رل — خاک سے پاتا ہے جوں ہر تخم پھل
سیم وزر کے جوں مجھے لے نکتہ سنج — ملگیا کان نہاں سے ایک گنج
لاکھ میں سے اک کرم اسکا ہے یہ — دی ہے اپنے قرب میں مجھ کو جگہ
دفع درد و غم مرا سب کر دیا — عشق سے اپنے مرا دل بھر دیا
شیخ نے اس سے کہا یوں وہ امیر — دے تھا جو قیمت میں تیرے زر کثیر
یوں کہا تحفہ نے وہ نیکو سرشت — ہیگا ہمسایہ مرا اندر بہشت
حق نے بخشا ہے اسے وہ مرتبہ — آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا

جب نہ پایا تحفہ جاں کاہ کو — چل دئے پھر تینوں بیت اللہ کو
دولت دنیا بھی کر کے سب فناہ — جاں بھی جان آفریں پر کی نثار
ایکدن باشوق دل اور سینہ صاف — کر رہے تھے کعبہ کا طواف
تھا یہ اک مضمون اس نالہ کیساتھ — یعنی کہتا ہے کوئی بیدل یہ بات
ہے چراغ شب سیہ روزوں کا تو — شادی دل ہے شب اندوزں کا تو
درد ہے تیرا شفا بیمار کی — زخم تیرا ہے دوا دل زار کی
عاشق حق نت ہے دنیا میں مریض — آہ و درد اسکی دوا ہے بے نقیض
سنکے اس سے شیخ مضمون دعا — مثل سیل اشک اس جانب چلا
سنکے اسدم شیخ کی آواز پا — چونک اٹھی یکبارگی وہ پارسا
شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے بتا — جسکے نالہ سے مرا دل خوں ہوا
رحم حق تجھ پر ہو ہے حیرت کی جا — آشنا کے بعد ہونا آشنا
میں ہوں تحفہ جسکو کی تمنے رہا — پائی پردہ سے تیرے میں سونوا
ہے پڑی اک غار میں وہ خاک تن — خاک میں غلطاں ہے اسکا تن بدن ۲۹
سر دمیں قد ہوا اس کا خلال — بدر تن گھٹ کر ہوا مثل ہلال
قطرۂ خوں تھے ہزاروں چشم پر — ہو لبوں پر آہ و نالہ پر شرر
کیا ہوا حاصل تجھے کہہ بعد ازاں — خلق سے ہو کر کے خلوت میں نہاں
جب سے چھوڑا دوستوں اور شہر کو — تو نے کیا دیکھے کرم حق کے کہو
اسم اعظم سے تمہیں ہو گا عیاں — کیا ملی عظمت اسے ہو کر نہاں
قدر و قیمت پائی میں چھپنے میں یوں — لعل و گوہر کوہ کے کونے میں جوں
خلق سے جسدم ہوئی ہوں میں نہاں — جو نہاں تھا ہو گیا مجھ پر عیاں
تخت پر اپنی محبت کے بٹھا — تاج الفت کا مرے سر پر دھرا
قربت حق سے ملے انس مجھے — غیر اسکے سب ہے وحشت مجھے
تھا مرے ہمراہ عرب کی راہ میں — مرگیا غم سے وہ تیری چاہ میں
حق تعالیٰ کی مرا الفت میں وہ — ہمقریں ہیگا مرا جنت میں وہ
شیخ بولے وہ کریم بے ریا — خط آزادی تجھے جس نے دیا

تاجر دل خستہ الفت میں تری — چار چشم ہے شوق زیارت میں تری
ہے طواف اندر تری امید پر — لگ رہی ہے ہر طرف اس کی نظر
سنکے تحفہ نے دعا اک دل میں کر — مر گئی رکھ کر در کعبہ پہ سر
دم میں بھر کر سانس ٹھنڈا مر گئی — عشق کے سب کام پورے کر گئی
جان مت دی جان اسنے رائیگاں — جان جاناں پر فدا کی اسنے جاں
عمر طاعت میں گزاری یار کی — مرد وار آخر کو جاں بھی وار کی
چھوڑ کر اسے دل یہ رو یہ شانگی — سیکھ لے اس زن سے تو مردانگی
غم تو اپنا کر نہیں گر تجھ کو غم — جائے ماتم ہے نہ جس جا میں ہو غم
آگیا تاجر بھی ناگہ اس گھڑی — دیکھا تحفہ کو کہ ہے مردہ پڑی
بیدلی سے وہ بھی گر کر خاک پر — مر گیا تحفہ کے رکھ پاؤں پہ سر
جان دی بیساختہ مثل پتنگ — ساتھ اس شمع کے جلکر بیدرنگ
دیکھ کر یہ حال بولے شیخ یوں — انا للہ الیہ راجعون
بعد ازاں تجہیز اور تکفین کر — خاک میں دونوں کو سونپا سر بسر
شیخ نے دونوں کا کر گور و کفن — بعد راہی ہوئے سوئے وطن
رحمت حق ہو جیو شام و سحر — ان شہیدوں کی روان پاک پر
رحمت حق ہو سدا ان پر نثار — دے جگہ ہم کو بھی رب انکے جوار
بارہ سو تھے اور اکاسی سال ہجر — ہو چکا جب حضرت تحفہ کا ذکر
ہو چکی جب مثنوی تحفہ تمام — تحفۃ العشاق رکھا اسکا نام

تمت بالخیر

از جناب عالم لوذعی و فاضل یلمعی جناب مولانا مولوی اشرفعلی صاحب مدرس اول
بدست آمد

آہ کہ وہ یار مرا یار نہیں — آہ وہ دلبر مرا دلدار نہیں
آہ مجھے جس نے لیا پھیر دیا — آہ مرا کوئی خریدار نہیں
آہ جو لے ہے مجھے پھینکے ہے وہیں — آہ کوئی مجھ سا بھی بس خوار نہیں
آہ جسے دل دیا بس رنج لیا — آہ کوئی یار وفادار نہیں
آہ سنے کون مرا درد و غم — آہ بجز غم کوئی غمخوار نہیں
آہ کہوں کس سے میں احوال دل — آہ کوئی محرم اسرار نہیں
آہ مصیبت مری پھر کون سنے — آہ مرا یار ہی جب یار نہیں
آہ اسے امداد نہ کر آہ آہ — آہ ہی سر قابل اظہار نہیں